تعلیم الایمان

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ. (الزمر:٦٧)

اوران لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام

میں غور وفکر کا طریقہ

مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

مفتی محمد شعیب مظاہری

ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام میں غور وفکر کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری 9849085328

(مفسر قرآن ومصنف: ''آسان ترجمہ وتفسیر قرآن'')

مفتی محمد شعیب مظاہری 9640213661

(خطیب مسجد وزیر النساء، احمد نگر)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۲ء مطابق ۱۴۴۳ھ

تعداد اشاعت:۔ 300

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔9997177817

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کرسکتے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو ان کی خواہش پر ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے گا۔

اللّٰہُ کے ذاتی نام پر مختصر تفصیل

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پس جان لیجئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ اللہ جل جلالہٗ کا ذاتی نام ہے، اس نام ہی سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ حسنہ اور صفات کمالیہ اسی نام کی جڑ و بنیاد سے منسوب ہوتے ہیں، اور ساری صفات اسی نام ہی کی نمائندگی، معرفت اور پہچان کرواتے ہیں، تمام اہل علم اس نام کو اسم اعظم کہتے ہیں، اس نام کے اقرار و ایمان کے بعد انسان حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے، اور اس نام کے انکار پر انسان حزبِ شیطان یعنی شیطان کی جماعت والا بن جاتا ہے، اس نام کے اقرار کے بعد یعنی ایمان لانے کے بعد نجات اور کامیابی کی امید قائم کرتا ہے اور اقرار کے بعد فرائضِ اسلام کا اس پر حق شروع ہوجاتا ہے، اس نام پر ایمان کے بعد شرک اور غیر اللہ کا انکار ہوجاتا اور انسان کا ایمان والا ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی نام کی مدد اور پناہ مانگ کر شیطان مردود سے دور رہ سکتے ہیں، اسی نام کے ذریعہ اچھے کام شروع کرکے برکت حاصل کی جاتی ہے، اسمائے الٰہی میں کسی دوسرے اسم میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔

اسلام نے مخلوقات کو اس لفظ کے ذریعہ اپنا نام رکھنے سے منع کیا، اور نہ ہی کسی انسان میں یہ نام رکھنے کی ہمت پیدا ہوسکتی ہے، اگر کوئی یہ نام رکھے تو وہ مشرک و کافر ہوگا، اور انسان اس سے نفرت و عداوت رکھیں گے، فرعون نے اپنے آپ کو رب کے نام سے منسوب کرتے ہوئے **اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى** کہا، اللہ نہیں کہا حالانکہ وہ سورج دیوتا کا بیٹا کہلاتا تھا۔

اللہ! یہ نام تمام اسمائے الٰہی میں بڑی شان والا، بڑی عظمت و بزرگی والا ہے، اس نام کا اقرار کرکے انسان اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھتا ہے اور اسی کا غلام بن کر رہنا چاہتا اور زندگی کے تمام کاموں میں اللہ سے رشتہ جوڑے رکھتا ہے، اور خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا۔

غیر مسلم، خصوصاً بت پرست خدا کو جن جن ناموں سے یاد کرتے ہیں ان ناموں کو

وہ انسانوں اور دُکانوں یہاں تک کہ شراب اور سود کی دُکانوں، ناچ گانے کے مراکز، ہوٹلوں اور فحاشی کے اڈوں کا نام رکھتے اور لکھتے ہیں جہاں کثرت سے بے حیائی و برائی اور زنا کاری ہوتی ہے، مسلمان اس نام مبارک کا بڑا احترام و تعظیم کرتے ہیں، اور دنیا کے کاروبار کے مقامات کو اس نام سے نہیں چلاتے، اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ میں سلامتی ہی سلامتی، حسن وخوبصورتی اور رحمت ہی رحمت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک دنیا میں ایک بھی (ایمان والا) انسان اللہ اللہ بولنے والا رہے گا قیامت قائم نہ ہوگی، اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کائنات کی روح اور جان اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان ہے، جب دنیا میں شرک ہی شرک عام ہوجائے گا اور ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا، تب اس دنیا کو ختم کردیا جائے گا اور قیامت قائم ہوجائے گی۔

ذات اور صفات کسے کہتے ہیں؟

ذات سے مراد Personality یعنی Person کا ذاتی نام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام چیزوں کو بنایا اور پیدا کیا اور ان کے باقاعدہ ہر زبان میں نام رکھے، اور ان میں صفات بھی رکھا، جن کی وجہ سے وہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں، مثلاً اگر ایک انسان ڈاکٹر کا شعبہ اختیار کرتا ہے اور اس کا ذاتی نام مصباح اللہ Misbaahullaah ہے، لوگ اُسے 'ڈاکٹر صاحب' ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں، تو مصباح اللہ اس کا ذاتی نام ہوا اور ڈاکٹر صاحب اس کا صفاتی نام ہوگا، کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں اور جتنے کام اور شعبے رکھے ہیں، ان کے نام بھی اللہ نے حضرت آدمؑ کے ذریعہ انسانوں کو سکھائے۔

مگر اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح مادّہ اور میٹریل کا نہیں ہے جو مادہ اور میٹریل کا ہوتا ہے وہ جسمانیت، اعضاء و جوارح والا یا محسوس ہونے والا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ تو نہ کسی میٹریل یا مادّہ کا بنا ہوا ہے، نہ پیدا ہوا، نہ کسی نے اس کو پیدا کیا، وہ خود بخود شروع ہی سے ہے، جب کچھ بھی نہیں تھا وہ اکیلا تھا، اس کی صفات بھی اس کی اپنی ذاتی ہیں، کسی نے اس

کو عطا نہیں کی، جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک ذاتی نام ہے اسی طرح شروع زمانے سے اللہ ہی کی دی گئی توفیق سے انسانوں نے اللہ کا ذاتی نام الٰہ سے اللہ رکھا، وہ بغیر مالک کو مانے نہیں رہ سکتے تھے، حضرت آدمؑ کے زمانے میں ان کی نسلیں پوری روشنی اور حق پر تھیں، جب آہستہ آہستہ شیطان ان کو بہکانے لگا تو شیطان کے بہکاوے میں آ کر انسانوں نے بہت سے الٰہ کو ماننے لگے اور ہر زمانے میں پیغمبروں نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اس کائنات کے مالک کو جو تم مانتے ہو اور اسے اللہ کے نام سے یا الٰہ پکارتے ہو، وہ کئی الٰہ نہیں ایک ہی الٰہ ہے، ہر پیغمبر نے یہ دعوت دی: **قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔** ''کہہ دو! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کامیاب ہو جاؤ گے۔''

بعد میں الٰہ کا لفظ دو معنٰی میں استعمال ہونے لگا، ایک وہ جسے عبادت کا حق پہنچتا ہے اسے حقیقی معبود مانتے، اللہ یا الٰہ کہتے، اور دوسرا اپنے ذہن اور گمراہی سے وہ چیزیں یا انسان جس کو عبادت کا حق نہیں پہنچتا مگر اس کی پرستش و پوجا کی جارہی ہو، قرآن نے لفظ اللہ کا جو استعمال کیا ہے وہ پہلے معنیٰ کے لحاظ سے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کی۔

انسانوں کی گمراہی پر اللہ تعالیٰ کا تعارف

شیطان کے بہکاوے میں آ کر انسان نے اپنے ذہن و گمان سے یہ خیال پیدا کیا کہ جب ہر چیز کو پیدا کرنے والا اللہ ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اور جبکہ ہر چیز مادّہ اور مٹیریل سے بنی ہے تو وہ کیسا ہے؟ اور اس کا حسب نسب کیا ہے؟ لکڑی کا ہے یا لوہے کا؟ پتھر کا ہے یا موتی کا، سونے کا ہے یا چاندی کا؟ چمڑے کا ہے یا کپڑے کا؟ نور کا ہے یا کسی اور مادّے کا؟ آخر کس چیز کا ہے؟ تو پیغمبروں نے وحی کی روشنی میں یہ جواب دیا کہ وہ مخلوقات کی طرح نہیں ہے، پیدائش اور موت سے پاک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ پیدا نہیں ہوا، اور نہ اس کے کوئی ماں باپ ہیں، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے۔

مخلوقات کی طرح وہ حسب نسب والا نہیں ہے، تمام مخلوقات اس کے بندے اور غلام

ہیں، وہ بے نیاز ہے، اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ وہ کھانے پینے کی حاجت رکھتا ہے، وہی ہر مخلوق کا اکیلا خالق یعنی پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے، وہی اکیلا ہر مخلوق کی پرورش و نگہداشت کرنے والا ہے، وہی اکیلا ہر مخلوق پر قدرت رکھنے والا ہے، وہی اکیلا ساری کائنات پر حکمرانی واقتدار رکھنے والا ہے، اس کی قدرت اور حکمرانی میں کوئی شریک نہیں، کائنات کی تمام مخلوقات اسی کی ملکیت ہیں، وہ ہر عیب ونقص اور زوال وفنا سے پاک ہے، اس سے بڑا کوئی نہیں، اس کے برابر کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات کائنات میں پیدا کی ہیں ان میں کسی بھی مخلوق کا اپنا کوئی ذاتی کمال اور خوبی نہیں ہے، ہر چیز میں جو کمال اور خوبی نظر آتی ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا کمال اور خوبی ہے، کوئی ذرّہ بھی نہ اپنی طرف سے کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، جب تک اللہ کا حکم ومشیت نہ ہو۔

اللہ نے تعارف کے لئے اپنے صفاتی نام بذریعہ وحی نازل کئے

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو غیب میں رکھ کر پہچان اور تعارف بندوں کو کروانے کے لئے، اپنے کاموں کو سمجھانے کے لئے، اپنی صفات کی تعلیم دی، تاکہ بندے اس کو ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفات پر غور کرکے پہچانیں اور ایمان لائیں، اور دنیا میں رہتے ہوئے بندوں کو اپنی ذات پر غور کرنے سے منع کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانے کے لئے مخلوقات میں اس کے کاموں اور قدرت پر غور کرکے صفات کے ذریعہ اس کو پہچانے، اس کی ذات کا کوئی ادراک (پہچان) نہیں کرسکتا، وہ دنیا میں صرف صفات کے ذریعہ پہچانا جاسکتا ہے، وہ اپنی پہچان کے لئے صفات کو دنیا میں ظاہر کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسباب کے ذریعہ امتحان کس طرح لے رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ انسانوں کی تقریباً تمام ضرورتیں مثلاً پیدائش، موت، پرورش ونگہداشت، ہدایت ورہنمائی، بیماری وصحت، کامیابی وناکامی، نفع ونقصان، عزت وذلت، امیری و غریبی، حکمرانی وغلامی، نیکی وبدی، یہ سب ضرورتیں اسباب سے کرواتا ہے، اور بظاہر یہ

تمام ضرورتیں اللہ ہی کی مشیت اور حکم سے اسباب ظاہر کرتے اور پورا کرتے ہیں۔

اللہ نے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے صفات کی تعلیم دی

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا . (الاعراف:۱۸۰)

اور اللہ کے بہترین نام ہیں، ان کے ذریعہ اُسے پکارو!

مخلوقات کی ساری ضرورتیں اللہ اپنی ذات کو ظاہر نہ کر کے اپنی صفات سے پوری کرتا ہے اور بندوں کو یہ تعلیم دی کہ پیدائش اور موت، پرورش ونگہداشت، زندگی گذارنے کی ہدایت ورہنمائی، قانونِ حیات، دنیا کی چیزوں اور مرنے کے بعد والا علم، گناہوں کی معافی، مرنے کے بعد بندوں کی زندگیوں کا حساب، مشکلات میں صبر، عدل وانصاف، جزاوسزا، مخلوقات کے رزق کا انتظام، مخلوقات کی خبر اور نظر رکھنے ان کی پکار سننے، ان کی مدد کرنے کے سارے کام وہ اپنی الگ الگ صفات سے انجام دیتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا کائنات میں نہیں جو یہ تمام کام کر سکے، اس لئے بندے اسباب کے درمیان میں رہ کر اسباب سے ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر اسباب کو اصل نہ سمجھیں اسباب سے پلنے، بننے اور بگڑنے کا عقیدہ نہ رکھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھیں، اللہ تعالیٰ ہی کو مانے اور اللہ ہی سے بننے اور بگڑنے، کامیابی وناکامی اور نفع ونقصان کا عقیدہ رکھ کر اسی پر ایمان لائیں اور آخرت میں کامیاب ہونے کی محنت کریں، دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کے نظر نہ آنے پر اللہ کی ذات سے منہ نہ موڑیں، اور اپنی ساری محنت، ساری توانائی، ساری دوڑ دھوپ اور سارے اعمال صرف اور صرف اللہ کے احکام پر اسی کی عبدیت وبندگی اسی کی محبت میں بجالائیں۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے   مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

انسان اور جن کو اختیار وآزادی اور مہلت دی گئی

اللہ تعالیٰ نے اس امتحان کی خاطر دنیا کی زندگی ختم ہونے تک انسانوں کو اختیار وآزادی دیا ہے کہ چاہے تو وہ اُسے مانے یا انکار کریں، چاہے تو اطاعت وبندگی کریں یا نافرمانی کریں، اس نے اپنی صفات کے ذریعہ یہ بھی تعلیم دی کہ مرنے کے بعد بندوں کو

دوبارہ زندہ کر کے وہ اکیلا ان کی زندگیوں کے ایک ایک عمل کا حساب لے گا، نیک بندوں کو انعام کے طور پر جنت اور نافرمانوں کو سزا اور بدلے کے طور پر جہنم میں ڈالے گا۔

اللہ ہی ہر قسم کی تعریف وحمد اور عبادت کا مستحق ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَo (الفاتحہ:۱) تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے جو تمام عالموں کا رب ہے۔

کائنات کی جتنی مخلوقات ہیں وہ سب اپنی ذات وصفات سے اسی کا تعارف اور پہچان کرواتی ہیں اور اسی اکیلے کی پاکی وتسبیح اور بندگی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ذاتی نام ہر قسم کی تعریف وحمد، ہر قسم کے کمالات وخوبی، ہر قسم کی ثناء، ہر قسم کی بزرگی، ہر قسم کے جلال، جمال اور کمال، ہر قسم کا خیر واحسان اور فضل کا مستحق ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نہیں، نہ کوئی دوسرا اس کا مستحق ہے۔

انسانوں کو چند صفات کے نقل کرنے کا حکم دیا گیا

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ o (البقرہ:۱۳۸)

(اے ایمان والو کہہ دو!) ہم پر تو اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟ اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو اپنی چند جمالی صفات اور اخلاق کی ہلکی سی نقل بھی کرنے کی صلاحیت دی ہے، اور انسان کو خلیفۂ زمین بنا کر چند جلالی وجمالی صفات کی نقل کرنے کا موقع عطا فرمایا، اور یہ فرمایا کہ اے انسانو! تم زمین والوں پر رحم کرو تو اللہ بھی تم پر رحم کرے گا، رحم کرنے کی اصل صفت اللہ کی ہے، کوئی بھی اللہ جیسا رحم نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صبر کرنے، عفو ودرگذر سے کام لینے، عدل وانصاف کرنے، انسانوں کی ضروریات پوری کرنے، آپس میں مدد وتعاون کرنے، غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کا خیال رکھنے، نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے، آپس میں محبت کے ساتھ رہنے، امن وسلامتی کا ماحول بنانے، رزق کا انتظام کرنے، ظلم کو روکنے اور مٹانے، ظالم کو سزا دینے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرنے کی ترغیب دی ہے؛ تا کہ ایمان والے بندوں

میں ان صفات کی نقل سے غیر مسلم اللہ کی صفات کو سمجھ کر اُسے پہچانے، دوسرے انسان سوچیں کہ جب اللہ کو ماننے والا انسان ایسا ہے تو حقیقی خالق و مالک اور رب کیسا ہوگا، جس طرح وہ سورج، چاند، زمین وآسمان، آگ، ہوا، پانی اور درخت سے اپنی صفات ظاہر کر رہا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان والے بندوں میں اپنی جمالی صفات کی ہلکی سی نقل دیکھنا چاہتا ہے، اور نقل اصل کے برابر نہیں ہوتی، البتہ اس نے بندوں کو اپنی چند صفات کی نقل کرنے سے منع بھی کیا ہے، مثلاً اول، آخر، ظاہر، باطن، باقی، اکبر، اعلیٰ، صمد، کامل، عالم الغیب، ہادی، سبحان کا دعویٰ کرنے سے سخت منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے!

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . (النور:۳۵) اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف نہیں ملتا یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے دور رہتا ہے تو مخلوقات سے نفع ونقصان پا کر یا مخلوقات سے ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر مخلوقات ہی کو الٰہ (معبود) بنالیتا ہے، اور شرک وکفر والی گمراہی میں مبتلا ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے، اس کی پہچان اور اس پر ایمان لانے سے کائنات کی مخلوقات کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے، اللہ اور مخلوق کا فرق انسان سمجھ سکتا ہے، اور شرک کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آجاتا ہے اور اللہ کو پہچان لیتا ہے، جب ایمان کا نور آتا ہے تو صحیح وغلط کی پہچان اچھی طرح کرسکتا ہے۔

بہت سے انسان سر کی آنکھوں سے اللہ کو نہ دیکھنے پر اس کا انکار کرکے کافر بن جاتے ہیں، حالانکہ وہی انسان جو چیزیں نظر نہیں آتیں ان کو نشانیوں، آثار اور ان کی صفات سے پہچانتا ہے، جیسے روح، ہوا، عقل، بخار، پھلوں کی خوشبو، جانور کی آواز سے اس چیز کو پہچان لیتا ہے، اسی طرح عقلمند انسان پیغمبر پر نازل ہونے والی وحی کی تعلیمات کے ذریعہ اللہ کی ذات کے نظر نہ آنے کے باوجود مخلوقات اور کائنات کی چیزوں میں اللہ کی صفات اور کاموں سے اُسے پہچان لیتا ہے۔

اللہ ہی حیّ وقیّوم ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ . (البقرہ:۲۵۵)

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی ہمیشہ زندہ ہے اور کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔

ہر مخلوق اس کے وجود سے موجود ہے، وہ حیّ وقیوم ہونے کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز کو سنبھالے ہوئے ہے، جس چیز پر اس کی صفات حیّ وقیوم کا نزول ختم ہوجاتا ہے وہ موت کے حوالے ہوکر دنیا سے ختم ہوجاتی ہے، دنیا کی کوئی معمولی چیز جب بنائے بغیر نہیں بن سکتی اور قائم کئے بغیر نہیں رہ سکتی تو اتنی بڑی کائنات بغیر کسی سنبھالنے والے کے کیسے قائم رہ سکتی ہے، اللہ کے موجود ہونے سے کائنات کی ہر چیز باقی ہے۔

اللہ اکیلا ہی اس کائنات کو چلا رہا ہے!

اسی طرح مشرک انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ جب جانداروں کا سارا جسم ایک ہی روح اور جان سے اپنے کام کر رہا ہے اور ایک ہی روح پورے جسم کو چلا رہی ہے، تو اس کائنات کے کئی کئی الٰہ ہوں تو یہ کائنات تباہ وبرباد ہوگئی ہوتی۔

اللہ ہر چیز میں موجود نہیں بلکہ ہر چیز میں اس کی صفات موجود ہیں

شیطان انسان کو بہکا کر یہ احساس دلایا کہ ہر چیز میں اللہ موجود ہے، یہ خیال گمراہی کا ہے، ہر چیز میں اللہ موجود نہیں بلکہ اللہ کی صفات اس کی قدرت کے کام نظر آتے ہیں، کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ کے مثل اور مثال نہیں ہے، یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ اللہ ذات کے اعتبار سے ہر چیز میں موجود ہے، بلکہ ہر چیز میں اس کی صفات نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی اول بھی ہے اور آخر بھی

انسان اور جنات اس کی قدرت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، اللہ تعالیٰ ایسی ذات کا نام ہے کہ اس کی قدرت، کمالات اور خوبیوں میں جتنا غور کرتے چلے جائیں حیرانی ہی حیرانی بڑھتی چلی جائے گی، اس کی صفات لامحدود ہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، سب سے اول بھی وہی ہے، سب سے آخر بھی وہی ہے، جب کچھ بھی نہ رہے گا تو وہی باقی

رہے گا، اس لئے اللہ ہی کی صفات اوّل' آخر' باقی اور قدیم ہیں، یعنی وہ اپنی صفات میں لامحدود ہے، اس کی ذات وصفات قدیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان حضرت محمد ﷺ ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے

دنیا کے دوسرے مذاہب کے پیشوا، فلاسفہ اور مفکرین اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف نہیں کرواسکتے، اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ اپنی کتابوں میں تحریف کر کے اللہ کی ذات کے ساتھ انسانوں کو بھی خدا کے ساتھ اور خدا کے برابر بنا دیا، اور انسان کو بھی خدا بنا دیا، مشرک انسان یعنی بت پرستوں کے پاس تو نہ اللہ کی ذات کی پہچان ہے اور نہ صفات کا تعارف ہے، وہ تو مکمل شرک میں گرفتار ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا صحیح تعارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کر کے اپنی معرفت اور پہچان کا علم عطا فرمایا۔

انسان اللہ کی شکل وصورت بنا ہی نہیں سکتا: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

انسان اللہ کی ذات کی شکل وصورت نہیں بنا سکتا، انسان اسی چیز کی شکل وصورت اور تصویر بنا سکتا ہے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، جس چیز کو دیکھتا ہی نہیں اور جو چیز اس کے ذہن وگمان میں آ ہی نہیں سکتی وہ اس کی تصویر اگر بنائے تو وہ غلط، جھوٹ اور گمراہی ہوگی، جیسے روح، ہوا، عقل، فرشتے، بخار، بجلی، دنیا میں انسان اللہ کی جو خیالی تصویر بناتے ہیں وہ اپنے ذہن وگمان سے خدا کو اس طرح کا خیال کرتے ہیں جو صحیح نہیں، وہ صرف ان کی خیالی تصویر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی معرفت ہی نہیں رکھتے، جب انسان اللہ کی معرفت صفات کے ذریعہ حاصل کرتا ہے تو صفات کے لحاظ سے اس کی کوئی شکل وصورت جسامت اعضاء وجوارح بنا ہی نہیں سکتا، آخر وہ اللہ کی شکل وصورت کیسے بنائے گا جو ایک ہی وقت ایک ہی لمحہ میں ساری مخلوقات کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے، آخر اس کے کتنے سر، کتنے ہاتھ، کتنی آنکھیں اور کتنے کان بنائے گا؟ جبکہ وہ مخلوقات کی طرح ہے ہی نہیں۔

انسان اللہ کی تعریف وعبادت کا حق ادا نہیں کرسکتا

انسان کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ کی تعریف کا حق ادا کر سکے، اگر وہ اللہ کی تعریف

اور بڑائی و کبریائی بیان کرنا چاہے تو یہ اس کے بس کی بات نہیں ہے، اگر دنیا کے سات سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلم بن جائیں' پھر اس کی تعریف لکھنا شروع کریں' سب چیزیں ختم ہو جائیں گے لیکن اس کی تعریف اور قدرت و کمالات کا ذکر ختم نہیں ہوگا، یہ تو اللہ کا شکر و احسان ہے کہ انسان اپنی گندی و ناپاک زبان سے کسی قدر اس کی حمد و ثنا بیان کر لیتا ہے، مگر وہ مشک و عنبر اور گلاب سے لاکھوں مرتبہ دھولے تب بھی وہ اس لائق نہیں کہ اللہ کی تعریف و حمد اپنی زبان سے ادا کر سکے، اسی طرح اگر ایک انسان قیامت تک سجدہ میں پڑا رہے پھر بھی اس کی عبادت اور نعمتوں کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

اگر سارے انسان اور جن مل کر اس کی عبادت و اطاعت کریں تو اس کی عظمت و بزرگی اور کبریائی میں ذرّہ برابر اضافہ نہیں ہوتا اور سارے انسان و جن اس کی نافرمانی کریں تو اس کی عظمت و بزرگی اور کبریائی میں ذرّہ برابر کمی نہیں ہوگی، وہ کسی کی عبادت و اطاعت کا محتاج نہیں، وہ صمد و بے نیاز ہے، جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جو اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اللہ اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہے، جو اللہ کی طرف چل کر آتا ہے تو اللہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ (ترمذی) یہ حدیث انسانوں کو اللہ سے تعلق پیدا کرنے کی تعلیم دیتی ہے، ورنہ وہ مخلوق نہیں جو چل کر اور دوڑ کر انسانوں کے پاس آئے۔

کائنات کے الگ الگ خدا نہیں ہیں

إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ. (النساء: ۱۷۱) اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے۔

دنیا کی غیر مسلم قومیں تقریباً اللہ کو سب سے بڑا اور حقیقی قوت والا مانتی ہیں اور اپنی اپنی زبانوں میں الگ الگ ناموں سے یاد کرتی ہیں، جیسے کوئی ایشور کہتا ہے، کوئی پربھو کہتا ہے، کوئی پرماتما، کوئی من موہن (دل کا پیارا)، کوئی گاڈ، یہودی اللہ کو یہودا کہتے ہیں، مجوسی یزدان اور اہرمن کہتے ہیں، اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ ہر ایک قوم کا خدا الگ الگ ہے، یہ عقیدہ بالکل غلط ہے، انسان جس طرح پانی کو اردو میں پانی، تلگو میں نیل، انگریزی میں واٹر اور عربی میں ماء کہتا

ہے اس طرح الگ الگ ناموں سے پانی الگ الگ نہیں ہوجاتا، اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ اس کائنات کا مالک اللہ نہ صرف انسانوں کا بلکہ ساری مخلوقات کا مالک ہے، سب کو اسی نے پیدا کیا ہے، اس نے اپنے آپ کو ذاتی نام اللہ ہی سے یاد کرنے کی تعلیم دی۔

انسانوں کی الگ الگ بولیاں ہونے سے ان کا مالک الگ الگ نہیں ہے، اللہ ہی ان کا مالک ہے، عربی زبان میں اس کو اللہ کے نام سے یاد کیا گیا، فارسی میں خدا کے نام سے، انگریزی میں گاڈ کے نام سے، سنسکرت میں ایشور، پرماتما اور پربھو کے نام سے، عبرانی میں یہودا کے نام سے، حالانکہ یہود کے پاس بہت سے پیغمبر آئے، مگر وہ اللہ کا اصل نام گنوا بیٹھے، قرآن چونکہ عربی میں نازل ہوا اور تمام پیغمبروں نے بھی ذاتی نام اللہ ہی سے انسانوں کو دعوت دی، اس لئے ہمیں اللہ کو اللہ ہی کے لفظ سے یاد کرنا اور ماننا چاہئے، کوہِ طور پر اللہ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ’’میں ہی اللہ ہوں‘‘۔

اگر اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام معلوم نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

اگر اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام معلوم نہ ہوتا تو انسان کو اس پر ایمان لانا اور اس کو پہچاننا بہت مشکل ہوجاتا، دنیا کے تمام مذاہب کے لوگ اللہ کو سب سے بڑی طاقت اور حقیقی قوت والے کی حیثیت سے مان کر اس کو مالکِ کائنات ضرور مانتے ہیں، مگر اکیلا نہیں مانتے، اس کو اپنی اپنی زبانوں کی گفتگو میں الگ الگ ناموں سے یاد رکھتے ہیں، عیسائی باوجود گاڈ کہہ کر خدا کو مانتے ہیں مگر کبھی اللہ نہیں کہتے، یہود اللہ کو یہودا کہتے ہیں حالانکہ اللہ سے واقف ہیں، مگر اس کے ذاتی نام اللہ سے صرف مسلمان ہی واقف ہیں اور مانتے بھی اسی نام سے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو بھی مالکِ کائنات کا ذاتی نام دوسری قوموں کی طرح معلوم نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ جبکہ دنیا کی دوسری قومیں اس کو مالک مالک کے نام سے مانتی اور شرک بھی کرتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان آخر کس نام سے اللہ کو مانتے اور ایمان لانے کا اقرار کرتے، شرک سے بیزاری اور باطل معبودوں کی نفی کس کا نام لیکر کرتے تھے، وہ کس نام سے مالکِ کائنات کو پکارتے اور رجوع ہوتے، کس نام سے اس کا

تعارف کرواتے، کس نام سے اس کی خوبیاں اور کمالات جانتے اور بیان کرتے، اس کے صفات سمجھنا مشکل ہوجاتا، اگر مسلمان اللہ کے ذاتی نام کے بغیر مالک مالک کہہ کر مانتے تو دنیا میں دوسری قوموں نے اپنے بہت سے مالک بنالئے ہیں، ان کا کوئی خدا دولت کا مالک ہے، کوئی موت کا مالک ہے، کوئی حیات کا مالک ہے، کوئی شادی بیاہ کا مالک ہے، کوئی بارش برسانے کا مالک ہے، اسی طرح دنیا کی چیزوں میں کوئی ملک کا مالک ہے، کوئی زمین کا مالک ہے، کوئی گھروں کا مالک ہے، کوئی کمپنی اور اداروں کا مالک ہے، کوئی جانوروں کا مالک بنا ہوا ہے، کوئی کھیتوں کا مالک بنا ہوا ہے۔

اللہ کو صرف مالک مالک کہہ کر ماننے سے اس کی توحید اور یکتائی ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ خاص طور پر اس کا ذاتی نام لیکر ماننے سے یکتائی، وحدانیت اور انفرادیت ظاہر ہوجاتی ہے، اور شرک کی نفی بھی ہوجاتی ہے اور دنیا کے انسانوں کو اسی کو ماننے کی تعلیم بھی ملتی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انسان اس کا ذاتی نام ''اللہ'' پکارتا ہے اور اس پر ایمان لانا اسے آسان ہوگیا، چنانچہ اللہ نے انسان کو **لا الٰہ الّا اللّٰہ** کے ذریعہ بھی وہی تعلیم دی کہ سارے باطل معبودوں کی نفی کرکے اللہ ہی کو معبود مانو اور اقرار کرو۔

اگر مسلمان بھی اُسے مالک مالک کہتا تو دوسرے مذاہب کے لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان کس کو مالک مان رہے ہیں، کتنے مالک مان رہے ہیں، اگر اللہ کے ذاتی نام کی جگہ صفاتی نام رزاق، رب، رحمٰن، حکیم، مالک کے نام سے مانتے تو دوسرے مذاہب کے لئے روزی دینے والا اِلٰہ، موت وحیات دینے والا الٰہ کسی الگ دیوتا کو سمجھتے، دولت اور علم کے علاحدہ علاحدہ الٰہ سمجھتے ہیں، سکھ قوم اللہ کے نام کو نہیں مانتی، وہ اللہ کو ربّا کے نام سے یاد کرتے ہیں، دنیا کے بہت سے لوگ بادشاہ اور مالک انسانوں کو بھی مانتے ہیں۔

اللہ نے اپنی حکمت سے انسانوں کو اس کے ذاتی نام اللہ سے یاد کرنے کی توفیق دے کر تمام باطل الٰہ اور معبودوں سے رشتہ کاٹ دیا، اور کلمہ میں اسی کا اقرار کروایا، اور خصوصاً مالکِ کائنات کا ذاتی نام اللہ لینے سے انسان ہمیشہ اللہ سے جڑا رہتا ہے، دنیا کے کسی کونے

میں چاہے دن ہو یا رات، اندھیرا ہو یا اُجالا، اسی ذاتی نام کو پکار کر اُسے یاد کرتا ہے، اس سے مدد طلب کرتا اور دعاء کرتا ہے، اس کے ذریعہ مالکِ کائنات سے تعلق پیدا کرنا آسان ہو گیا، اگر انسانوں کو اس کا ذاتی نام معلوم نہ ہوتا تو وہ بغیر نام اور بے نام الٰہ سے کیسے رجوع ہوسکتا تھا، مشرک لوگ سائی بابا کا ایک جملہ دُہراتے ہیں کہ ''سب کا مالک ایک ہے''، مگر یہ جملہ دہرانے کے باوجود وہ توحید کو نہیں سمجھ سکتے، وہ نہیں سمجھ سکتے کہ سب کا حقیقی مالک کون ہے ، وہ یہ الفاظ دہراتے ہوئے سائی بابا ہی کو خدا سمجھتے ہیں، اسی کی پوجا و پرستش کرتے ہیں۔

اگر مالکِ کائنات کا ذاتی نام مسلمانوں کو معلوم نہ ہوتا تو وہ دوسرے انسانوں کو کھلے طور پر سمجھا نہیں سکتے تھے، اور بے نام کے الٰہ کی طرف دعوت نہیں دے سکتے تھے، جبکہ مشرک قوموں نے بہت سے باطل الٰہ بنا رکھے ہیں، مالک کائنات کا ذاتی نام اللہ معلوم ہونے ہی سے اللہ کے اکیلا مالک ہونے کو سمجھا جا سکتا ہے، اگر انسان اس کے ذاتی نام سے واقف نہ ہوتا تو اذان میں، نماز میں اور رات و دن کی مسنون دعاؤں میں اس کا کیا نام لیتا؟ اور انسان خود اپنے دماغ میں اپنے بے نام مالک کو کیسے یاد رکھ سکتا تھا، اس لئے اس کا ذاتی نام معلوم ہونے اور اسی نام کو یاد رکھنے میں بڑی حکمتیں ہیں، مسلمان جب غیر مسلم قوم کے لوگوں میں اللہ کا نام لیکر بات کرتا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص صرف خالص اللہ کو ماننے والا ہے، اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا مالک نہیں مانتا اور بار بار اللہ کا ذاتی نام لیتے رہنے سے مسلمان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور توحید زندہ رہتی ہے۔

نام ہی سے انسان کسی کا بھی تعارف حاصل کرسکتا ہے

کائنات میں اللہ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان کے نام رکھے ہیں، جن سے ان کی ذات کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح اس نے اپنی حکمت سے بندوں کو بھی اپنا ذاتی نام الٰہ یا اللہ کے نام سے پکارنے اور یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اگر ہم کسی چیز کے ذاتی نام سے واقف نہ ہوں تو اس کی ذات کو سمجھانے سے مجبور ہو جاتے ہیں، اس کے سمجھانے کے لئے یا تو اس چیز کو سامنے لانا پڑتا ہے یا اس چیز کے پاس جانا پڑتا، اور اس چیز کا ذاتی نام معلوم نہ ہو

تو اس کو ذہن میں رکھنے اور دوسروں سے تعارف کروانے یا اس کو پکارنا ناممکن رہتا ہے۔

مثلاً اگر ایک چیز کا نام چاول ہے، تو آسانی سے ہم چاول خریدنے' لانے' پکانے اور چاول کو سمجھانے میں کوئی مشکل نہیں محسوس کرتے، ورنہ نام معلوم نہ ہوتو ایک انسان کو کھیت پر لے جا کر چاول بتلا کر سمجھانا پڑتا، یا خود بازار سے دُکاندار کو اس کا نام بتلائے بغیر پوچھ بھی نہیں سکتے تھے، اسی طرح ہر جاندار اور بے جان کا نام معلوم ہونے سے اس کو جان سکتے اور ان کا تعارف کرواسکتے ہیں، اسی طرح اس کائنات کے مالک کے ذاتی نام کو انسان اللہ ہی کی توفیق سے الٰہ یا اللہ کہہ کر شروع سے جانتا، پکارتا اور مانتا ہے، اگر مسلمان اس کے ذاتی نام سے واقف نہ ہوتا تو اس کی پہچان اور تعارف حاصل کرنا، اس کو پکارنا اور یاد کرنا بہت مشکل ہوتا، نہ خود اس کا تعارف حاصل کرسکتا تھا اور نہ دوسروں کو اس کا تعارف کرواسکتا تھا۔

دنیا چونکہ امتحان کی جگہ بنائی گئی ہے اس لئے اس کو بغیر دیکھے غیب میں جاننا اور پہچاننا ہے، دنیا کی مخلوقات کو اس نے مادہ ومٹیریل سے بنایا اور پیدا کیا، جس کی وجہ سے ان کو جسم ہے یا وہ محسوس ہوتی ہیں یا انسان ان کو حواس سے سمجھ سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح کسی مادہ ومٹیریل کا نہیں ہے، نہ وہ مخلوقات کی طرح مادّی جسم واعضاء رکھتا ہے، اس لئے انسان اس کو اس دنیا کی زندگی میں نہیں دیکھ سکتا۔

انسان کی آنکھوں میں جس طرح جنات، فرشتے، روح، عقل، ہوا اور سورج کی تیز روشنی میں ان چیزوں کو دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں، تو وہ اپنے مالک اللہ کو جسے مادّی جسم ہی نہیں تو کیسے دیکھ سکے گا، دنیا امتحان گاہ ہونے کی وجہ سے نہ اُسے دیکھ سکتا ہے، نہ اس کی ذات کے پاس جاسکتا ہے، اس لئے وہ اللہ کو بغیر دیکھے اس کے ذاتی نام اللہ سے جانتا اور مانتا ہے، اگر اس کے ذہن میں اپنے مالک کا نام ہی نہ ہوتا تو وہ کیسے اس سے ربط وتعلق قائم کرسکتا تھا۔

دنیا کی زندگی میں انسانوں اور جنات کی آنکھوں کو اتنی طاقت ہی نہیں دی گئی کہ وہ اپنے مالک کو ذات کے اعتبار سے دیکھ سکیں، اگر وہ دنیا میں ذات کے اعتبار سے نظر آتا تو پھر نہ انسانوں کا امتحان ہی لیا جاسکتا تھا، نہ کوئی اس کا انکار کرتا تھا، جو انسان اس کو دنیا میں

بغیر دیکھے ذات کے اعتبار سے اللہ سمجھ کر مان لیں گے اور ان پر ایمان لائیں گے، مرنے کے بعد اللہ ان کی آنکھوں میں وہ پاکیزہ نور اور طاقت عطا فرمائے گا جس سے وہ اپنے مالک کا دیدار کر سکیں گے، مگر جو لوگ اس دنیا کی زندگی میں اس کا انکار کریں گے وہ مرنے کے بعد اندھے اٹھائے جائیں گے اور اپنے حقیقی مالک کے دیدار سے محروم رہیں گے، یہ ناکام انسانوں کے لئے بہت بڑی اور بُری سزا ہے۔

شروع سے انسان مالکِ کائنات کو الٰہی یا اللہ ہی کے ذاتی نام سے جانتا ہے

قرآن مجید کی تشریحات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن جن علاقوں میں پیغمبر آئے انہوں نے اپنے اپنے علاقوں کے انسانوں کو یا قوم کو **يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ.** (ھود:۸۴) (اے میری قوم! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کے الفاظ سے دعوت دی۔

مشرکین مکہ دین ابراہیمی کی وجہ سے اللہ کو مالک اور خالق ہی مانتے تھے لیکن اکیلا نہیں مانتے تھے، انہوں نے اللہ کے علاوہ بہت سے باطل الٰہ بنا رکھے تھے، اور کعبۃ اللہ کو بہت سے بتوں سے بھر دیا تھا، مگر کعبۃ اللہ کو کعبۃ الٰہ نہیں بلکہ بیت اللہ ہی کہتے اور مانتے تھے، اور باطل طریقوں سے اللہ کے گھر کا حج کرتے تھے۔ جب کعبہ کو ابرہہ ڈھانے کے لئے آیا تو اہل مکہ نے تمام باطل معبودوں کو چھوڑ کر صرف اکیلے اللہ ہی کو پکارا اور ابابیل کے ذریعہ اللہ کا عذاب دیکھ کر چھ سات سالوں تک بتوں کو بھول گئے تھے، وہ زمین و آسمان کا بنانے والا، عرش، رات اور دن کا لانے والا اللہ ہی کو مانتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی جب کشتی کو پانی میں چلنے کا حکم دیا تو فرمایا: **بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ** o (ھود:۴۱) (اللہ کے نام سے اس کا چلنا ٹھہرنا ہے، بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ کا نام لے کر سمندر کے کنارے عصا مارا تو سمندر پھٹ کر راستہ بن گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے نام سے مٹی کی چڑیا اور

مردوں کو زندہ ہونے کو کہا تو وہ جاندار بن گئے، حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے اللہ ہی کو پکارا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں گرتے وقت **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ.** (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے) کے الفاظ سے اللہ ہی کو پکارا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام انسانوں میں شروع زمانے ہی سے جانا اور مانا جاتا ہے۔

دنیا کی دوسری قومیں اللہ کو مانتی ہیں مگر اس کی صفات سے واقف نہیں ہیں

دنیا کی مشرک قومیں مالکِ کائنات کو بڑی ہستی کی حیثیت سے مانتی ضرور ہیں مگر وہ اس کے کاموں اور صفات سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ اللہ کو ماننے کے باوجود اللہ کی صحیح پہچان ہی سے دور ہونے کی وجہ سے انتہائی گہری گمراہی اور شرک میں گرفتار ہیں، انسان اپنے مالک کو اس کی صفات اور اس کے کاموں ہی سے پہچان سکتا ہے، اس لئے کہ وہ دنیا میں ان کو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

اہل کتاب بھی اللہ کو مانتے ہوئے اس کی صفات سے واقف نہیں، انہوں نے کتابِ الٰہی کی اتنی زبردست تحریف کی کہ پیغمبر کو خدا کا بیٹا بنادیا، اور خدا کو باپ، بیٹا اور روح القدس مانا، پھر تینوں کو ایک کردیا۔

یہود کی گراوٹ کا یہ عالم تھا کہ وہ خدا کو صرف جلالی خدا کی حیثیت سے مانتے اور فوجوں والا خدا سمجھتے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام سے کشتی لڑنے والا اور رات بھر لڑ کر ہار جانے والا خدا سمجھتے، حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں خدا کے روتے روتے آنکھیں سوج جانے کا ذکر کرتے، حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بناڈالا، مشرکین نے تو ہر صفت کے الگ الگ خدا بناڈالے، ان کا باطل خدا صفات سے بالکل محروم ہے۔

اسلام نے انسانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کے اسمائے حسنیٰ کی بھی تعلیم دی تاکہ انسان اللہ کی ذات کو مانے، اس کی صفات اور قدرت سے اس کو پہچانے اور مخلوق سے کٹ کر اپنے کو اللہ سے جوڑے رکھے، دنیا کی دوسری قومیں اللہ کو

جن جن ناموں سے پکارتی ہیں وہ اپنے باطل معبودوں کا تعارف اور پہچان ہی نہیں کرواسکتیں، یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے اللہ کو ماننے کے ساتھ اس کا تعارف بھی کروایا۔

اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کی خصوصیات

ایک ایمان والا جب کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا نام زبان سے ادا کرتا یا اذان اور نماز میں سنتا اور بولتا ہے، تو اس کے ذہن میں پھر کسی دوسری ہستی، قبر، درگاہ، جھنڈا، علم یا کسی اور مخلوق یا بت کا خیال نہیں ہوتا، اس کا نام لینے کے بعد اپنے ذہن میں اللہ کی کوئی خیالی تصویر اور شکل وصورت تک نہیں بنا سکتا، نماز شروع کرنے سے پہلے وہ اقرار بھی کرتا ہے کہ میں اپنی توجہ ساری چیزوں سے ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں، اور یہ تصور رکھتا ہے کہ میں اللہ کے سامنے ہوں اور اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

کلمہ طیبہ کا اقرار کرتے ہی گویا وہ اپنی زبان سے اس ذات کا اقرار کرتا ہے جس کی کم وبیش ۹۹ صفات بتائی گئی ہیں، یعنی کلمہ کے اقرار کے ساتھ ہی وہ اللہ کی تمام صفات کا اقرار کرتا ہے، اگر انسان اللہ کی ایک صفت رحمٰن یا رحیم کا اقرار کرے تو اس کے ذہن میں اللہ کی صرف رحمت کا تصور آتا ہے، اگر وہ صفت رب (پرورش کرنے والا) کا اقرار کرے تو اس کے ذہن میں مالک و پرودگار کا تصور آتا ہے، اگر انسان اللہ کی صفت تخلیق (پیدا کرنے والا) کا اقرار کرے تو اس کے ذہن میں صرف اس کی تخلیق کا خیال آتا ہے، اگر انسان اللہ کی صفت علیم (جاننے والا) کا اقرار کرے تو اس کے ذہن میں اس کے علم کا تصور آتا ہے، مگر اللہ کے ذاتی نام کا ذکر کرے یعنی کلمہ طیبہ کا اقرار کرے تو ساری صفات کا تصور اس کے ذہن میں آجاتا ہے، یعنی **لا الٰہ الا اللّٰہ** کے ذریعہ انسان کہتا اور مانتا ہے کہ **لا خالق الّا اللّٰہ، لا رحمن الا الله، لا رحیم الا الله، لا رب الا الله، لا مالک الا الله، لا علیم الا الله، لا ھادی الا الله، لا سمیع الا الله۔**

پھر انسان اس تصور کے ساتھ ہی یہ اقرار کرتا ہے کہ میرا جینا، میرا مرنا، میری جسمانی وروحانی عبادت اور میری جانی و مالی عبادت سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، گویا اللہ کا

ذاتی نام اللہ کہنے سے انسان کے ذہن میں ذات عالی کا تصور آ جاتا ہے جو تمام صفات کمالیہ اور صفاتِ حسنہ کا منبع اور خزانہ ہے، یہ عقیدہ رکھنے اور یہ اقرار کرنے کے بعد دنیا کی کسی چیز کو وہ الٰہ نہیں مانتا اور نہ اللہ کے برابر سمجھتا ہے، نہ کسی میں بھی اللہ جیسی صفات مانتا ہے۔

وہ نعرۂ تکبیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لیکر ایک جوش' ایک قوت اور ایک سہارا پاتا ہے، غم اور مصیبت میں اسی نام کے ذریعہ قوتِ برداشت پیدا کر لیتا ہے، اور اسی ذات سے دعائیں مانگ کر مصیبت کو ہلکا پاتا ہے، اور اسی ذات کے نام کو یاد کر کے دل میں سکون پاتا ہے، اور اسی کے سہارے اور امید پر ناکام ہو جانے کے باوجود نا امید نہیں ہوتا، پھر نئی جدوجہد شروع کر دیتا ہے۔

اللہ کی پہچان نہ ہو تو انسان شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہو جاتا ہے

انسانوں کی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ جب بھی انسانوں کو اللہ کا صحیح تعارف اور پہچان نہ ملے تو وہ اللہ کو مانتے ہوئے شرک میں گرفتار ہو جاتے ہیں، چنانچہ موجودہ زمانے میں غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی کثرت سے محض اللہ کی پہچان سے دور ہونے کی وجہ سے شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہیں، غیر مسلموں کے پاس تو اللہ کا کوئی تعارف اور پہچان ہی نہیں، وہ نہیں جانتے کہ اللہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ ایک ہے یا کئی ہے؟ وہ کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے؟ وہ انسان اور جن کی تربیت ورہنمائی اور رہبری کا کیا نظام رکھا ہے؟ اس میں اور مخلوقات میں کیا فرق اور تعلق ہے؟

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ جس طرح وہ ذات کے اعتبار سے ایک اور اکیلا ہے اسی طرح اپنے کاموں اور صفات کے اعتبار سے اکیلا ہے، اس کی صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہی اکیلا پیدا کرنے والا، موت دینے والا اور ساری مخلوقات کی پرورش کرنے والا ہے، وہی گناہ معاف کرتا ہے اور مخلوقات پر بے انتہاء رحم کرنے والا اکیلا ہے، دعائیں و مرادیں اسی سے مانگی جائیں، اس لئے کہ وہی اکیلا پوری کائنات کا حاکم وشہنشاہ ہے، عبادت اسی کی کی جائے، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ ہی وہ کسی کا بیٹا ہے، اس کا کوئی خاندان اور

اہل وعیال نہیں ہے، نہ ہی وہ پیدا ہوا اور نہ اس کو کبھی موت آئے گی، وہ ہمیشہ سے خود ہی سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کی قدرت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اس کو کسی نے کائنات کی حکمرانی نہیں دی، اس سے نہ کوئی بڑا ہے، نہ برابر والا ہے اور نہ ہی کسی کام میں اس کا کوئی شریک ہے، وہی سب سے بڑا اور سب کچھ کرنے والا اکیلا ہے۔

جب انسانوں کو اپنے مالک کا تعارف اس طرح سے ملتا ہے تو انسان اس کو صحیح پہچان کر خالص انداز میں ایمان لا سکتا ہے، ورنہ اللہ کو مانتے ہوئے شرک کرتا ہے، آج مسلمانوں کی کثیر تعداد غیر مسلموں کی طرح شرک میں گرفتار ہے، اس لئے ہے کہ وہ اللہ کی صفات ہی سے واقف نہیں، وہ صفات کی صحیح پہچان نہیں رکھتے، وہ نام تو اللہ کا لیتے ہیں اور اس کو ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، مگر عملاً مخلوق سے رجوع ہو کر اولاد، تندرستی، کامیابی، نجات، ترقی، منتیں ومرادیں اور دعائیں مانگتے ہیں، مخلوق کے سامنے رکوع اور سجدہ کرتے ہیں، اگر انسان اللہ کی کسی صفت میں بھی مخلوق سے رجوع ہوا تو گویا اس نے اللہ کے ساتھ اس کا مدّ مقابل اور ہمسر ٹھہرایا، یا کوئی انسان اللہ جیسی کسی صفت کا اپنے اندر ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ اپنے آپ کو اللہ کا مد مقابل وہمسر ٹھہراتا ہے، زبان سے چاہے وہ کتنا ہی اللہ اللہ کہے وہ مشرک ہوجائے گا، ہر شخص جو بھی شرک کرتا ہے وہ گویا اللہ کی کسی نہ کسی صفت کا انکار اور تکذیب کرتا ہے' اس کی نماز، روزہ اور دیگر اعمالِ صالحہ قبول نہیں ہوتے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی پہچان صفات کے ذریعہ نہیں رکھتا تو مخلوقات کو الٰہ بنا کر ان کو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے ہیں، اپنی ساری توانائی، محنت اور فرمانبرداری انہی باطل معبودوں کے لئے کرتے ہیں، اپنے چڑھاوے ان پر چڑھاتے ہیں، ان کی بڑائی اور دُہائی پکارتے، ان کی تعریف کے کلمات کہتے، ان کی قبروں کو گلاب کے پانی سے دھو کر پیتے ہیں، قیمتی چادریں چڑھاتے ہیں، گلاب کے پھولوں سے قبر کو بھر دیتے ہیں اور ان کے مقامات کو خوب روشنی سے سجاتے ہیں، ان کے نام پر غلہ رکھ کر پیسے وصول کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام پہلے عبدالکعبہ یا عبدعمرو تھا، ایمان

لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رکھا، امیہ بن خلف حضرت عبدالرحمٰنؓ کا گہرا دوست تھا، وہ طعنہ دینے کے لئے ان کو پُرانے نام سے پکارتا تھا، تو آپ اس کو جواب نہیں دیتے تھے، اس پر اس نے کہا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا، اس لئے عبدالرحمٰن کہہ کر نہیں پکارتا، تم اپنے باپ کا رکھا ہوا نام چھوڑ کر یہ نیا نام رکھے ہو، اچھا ہم اپنی دوستی برقرار رکھنے کے لئے میں تم کو غیر جانبدار قسم کا نام یعنی عبدالالٰہ یعنی معبود کا بندہ کہہ کر پکاروں گا۔

صلح حدیبیہ کے وقت جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا گیا، مشرکین نے اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن ورحیم کو نہیں جانتے، صرف اللہ ہی کو جانتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کے مطابق **باسمک اللھم** لکھنے کی اجازت دی۔

اللہ تعالیٰ نہ مؤنث ہے اور نہ مذکر، اس کی کوئی جنس نہیں!

أَلَآ إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ٥ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ٥ (الصافّات: ۱۵۱، ۱۵۲)

یادرکھو! یہ اپنی من گھڑت بات کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ کوئی اولاد رکھتا ہے اور یہ لوگ یقینی طور پر جھوٹے ہیں۔

مؤنث اور مذکر دنیا کی مخلوقات میں ہوتے ہیں، بت پرست اور مشرک اپنے ذہن وگمان کے ذریعہ اپنے کئی الٰہ بنالئے، چنانچہ مشرک لوگوں نے ۳۳ رکروڑ الٰہ (معبود) بنا کر ان میں مؤنث و مذکر کا خیالی تصور پیدا کرلیا، ان کے پاس دیوی دیوتاؤں کے حسب و نسب، خاندان، بیوی بچے، شادی وغیرہ سب کا گمراہ تصور ہے۔

یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، عیسائیوں نے ایک تین اور تین ایک کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا، مشرکین مکہ نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بنا ڈالا تھا، اور بعض فرشتوں کی مورتیاں بنا کر ان کو عورتوں کا نام دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح کوئی جنس اور خاندان والا نہیں ہے، وہ مخلوقات کی طرح کسی مادّہ اور میٹریل کا نہیں ہے، اولاد اور نسل کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے کسی جاندار کی

طرح جسم کا ہونا اور مذکر یا مؤنث ہونا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ حکمت و دانائی سے مخلوقات میں ان کی نسلیں باقی رکھنے کے لئے جنس کا نظام رکھا۔

ایمان والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی طرح نہیں مانتے اور اس کو ہر قسم کی حاجات وضروریات اور نقص وعیب سے پاک مانتے ہیں، اس کو موت نہیں آتی، وہ نہ مؤنث ہے نہ مذکر، چونکہ قرآن مجید میں اللہ نے خود کے ایک اور اکیلے ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کیا ہے، مثلاً اللہ رحمت نازل کرتا ہے، اللہ عذاب دیتا ہے، اللہ ہدایت دیتا ہے، اللہ توبہ قبول کرتا ہے، اللہ ہی گناہ معاف کرتا ہے، اسی لئے ایمان والے بھی اس کا ذکر اور یاد اسی طرح کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری مدد فرما، اے اللہ! ہم پر رحم فرما، اے اللہ! ہمیں ہدایت عطا فرما۔

دنیا میں انسان بہت ساری بے جان چیزوں کا بھی اپنی گفتگو میں زبان کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث الفاظ کے ذریعہ ذکر کرتا ہے، حالانکہ وہ نہ مذکر ہوتی ہیں نہ مؤنث، مثلاً زمین ہل رہی ہے، ہوا چل رہی ہے، سورج طلوع ہوگیا، روشنی آرہی ہے، ستارہ جگمگا رہا ہے، چاند نکلا، صراحی پھوٹ گئی، گھڑا پھوٹ گیا، لکڑی ٹوٹ گئی، ریل گاڑی دوڑ رہی ہے، پتھر پھوٹ گیا، کوئی انسان یہ نہیں کہتا کہ صراحی پھوٹ گیا، سورج طلوع ہوگئی، روشنی آگیا، چاند نکل گئی وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی نہ مذکر بنایا نہ مؤنث، ان کی بھی کوئی جنس نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ فرشتہ پیغمبروں کے پاس وحی لاتا تھا، اللہ کے حکم سے فرشتہ نے عذاب لایا، کوئی یہ نہیں کہتا کہ فرشتہ پیغمبر کے پاس وحی لائی، اگر کوئی ایسے الفاظ کہے تو اس کو جاہل اور اَن پڑھ کہا جائے گا اور یہ گفتگو کے لحاظ سے غلط ہوگا۔

اسی طرح انسان قرآنی تعلیمات ہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مذکر کے الفاظ سے یاد کرتا، پکارتا اور تذکرہ کرتا ہے، اس کی طرف دعوت دیتا ہے، عیسائیوں نے تو خدا کو باپ کہہ کر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا کہہ کر انسانوں کے ذہنوں میں نعوذ باللہ انسانی

حیوان یعنی انسانی تصور دے دیا، اور سارے انسانوں کا باپ بنا دیا، اس سے خدا کا انسانی تصور ذہنوں میں پیدا ہو جاتا ہے، اسلام اللہ کو اللہ کی حیثیت سے اور انسان کو بندہ و مخلوق کی حیثیت سے سمجھاتا ہے۔

انسان اپنے مالک کو بے تکلُّفی سے کیوں پکارتا ہے؟

انسان جب اللہ پر ایمان لاتا ہے تو سب سے زیادہ محبت اسی سے کرتا ہے اور سب سے بڑا اسی کو مانتا ہے، مگر اس کو مانتے ہوئے اس کا ذکر کرتے ہوئے اور دعوت یہ کہتے ہوئے دیتا ہے کہ اللہ ہی ساری مخلوقات کا پالنے والا ہے، اللہ ہی ہدایت و رہنمائی کرتا ہے، اللہ ہی رحم کرتا ہے، اللہ ہی پالنے والا ہے، اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے، جبکہ وہ اپنے پیغمبر، استاد، پیر و مرشد، بادشاہ اور باپ کو بڑے القاب سے یاد کرتے اور باادب الفاظ سے ان سے گفتگو کرتے اور ان کا تذکرہ کرتے ہیں، کوئی اپنے استاذ یا والد کو یہ نہیں کہتا کہ تو ہم کو یہ بات اچھی طرح سمجھا، تو ہماری مدد کر، یا ہمیں صحیح طریقہ سکھا، تو ہماری رہبری کر، ایسا ہرگز نہیں کہتے۔

کائنات میں سوائے اللہ کے کوئی بھی یکتا، تنہا اور واحد و اکیلا نہیں ہے، انسان کے بہت سارے استاد، رہبر، پیر و مرشد اور بادشاہ بدلتے، گذرتے اور آتے جاتے رہتے ہیں، انسان جب اللہ کو ایک اور اکیلا مانتا ہے تو اس کی یکتائی اور اکیلے ماننے کا اظہار اپنی گفتگو اور دعاؤں اور قول و فعل سے ظاہر کرنے اور دعوت دین میں بھی اس کے واحد اور احد ہونے کی دعوت دینے انہی الفاظ سے دعوت دیتا ہے جس میں اللہ کی یکتائی انسانوں کو سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے، گویا اس طرح کے جملوں سے انسان اللہ کی وحدانیت اور یکتائی کو ظاہر کرتا ہے، چونکہ اللہ واحد اور احد ہے۔

اگر وہ یوں کہتا کہ اللہ ہمارے رب ہیں، اللہ ہی مدد کرتے ہیں، اللہ ہی علم دیتے ہیں، اللہ ہی مغفرت کرتے ہیں' تو یہ لفظ ''ہیں'' گفتگو اور جملوں میں جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس سے سننے والے اور بولنے والے پر بھی اللہ کے ایک اور اکیلا اور تنہا ہونا سمجھ میں نہیں آتا

تھا، اور جملہ بھی غلط ہو جاتا سننے والے یہ سمجھتے کہ یہ شخص کئی اللہ کو مانتا ہے، اللہ نے خود اپنی پہچان اور یکتائی کو ظاہر کرنے کے لئے عموماً اس طرح سے ہی قرآن میں خطاب فرمایا، اور بندوں کو اس نے اپنا نام انسانی بادشاہوں کی طرح القاب کے ساتھ لینے کی قید نہیں رکھی۔

اسی لئے ایمان والے کہتے کہ اے اللہ! ہمیں جنت عطا کر، اے اللہ! ہماری مغفرت کر دے، اے اللہ! ہمیں جہنم کی آگ سے بچا، اور اللہ کی محبت اور اس کی تعظیم میں یہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرتا ہے، اللہ جل جلالہ کا احسان ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ پالنے اور حفاظت کرنے والا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

یا پھر اللہ کی محبت میں کہتا ہے کہ اے اللہ! تو ہی ہمارا رب ہے، سوائے تیرے کوئی رب نہیں، تو ہی ہمیں ہدایت دینے والا ہے' تیرے سوا کوئی ہادی نہیں، یہ نہیں کہتا کہ تم ہی ہمیں ہدایت دینے والے ہو، یہ جملہ پھر جمع کی طرف اشارہ کرتا ہے، اللہ کی وحدانیت اور یکتائی کو ظاہر کرنے کے لئے وہ اللہ کو بے تکلفی اور اکیلے مالک کی حیثیت سے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ بے ادبی نہیں ہے، اس کو اکیلا ماننے کا اظہار ہے، کسی ایمان والے کے دل میں اللہ کی ذرّہ برابر بے ادبی کا احساس نہیں رہتا، وہ اللہ کے ساتھ بے ادبی کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے، اللہ کے ساتھ بے ادبی سے ایمان غارت ہو جاتا ہے، اس طرح سے بے تکلفی دراصل اس سے محبت اور قربت کے غلبہ کی وجہ سے ہے، مگر اللہ کا ادب واحترام محبت کے اظہار کے لئے بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ، اللہ رب العزت یا اللہ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ یا اللہ پاک ضرور لکھتے اور بولتے ہیں۔

اللہ کا ذاتی نام پکار کر تمام انسانوں پر حجت پوری کی جا رہی ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی صفت الہادی کے ذریعہ یہ ہدایت ورہنمائی ملی کہ مسلمانوں کی دعوت وتبلیغ کے بغیر بھی دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ پوری دنیا کے غیر مسلم اور مسلم انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام اللہ کے ذریعہ اللہ ہی کے بڑے ہونے کی دعوت اور تعلیم ملتی رہے، اذان کے الفاظ **اللّٰہ اکبر** اور **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ** کے ذریعہ

ساری دنیا کو اللہ ہی کے ذاتی نام کے ذریعہ ''اللہ بڑا ہے'' اور ''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے'' ان الفاظ سے دعوت اور تعلیم ملتی رہے۔

اس کے برعکس اگر ذاتی نام اللہ کی جگہ اللہ ہی کا کوئی صفتی نام اذان میں پکارا جاتا اور اعلان کیا جاتا اور اس کی دعوت دی جاتی تو غیر مسلموں کو توحید کا خالص احساس نہیں ہوتا تھا، اس لئے کہ مشرکین اپنے دیوی دیوتاؤں کو اور باطل معبودوں کو بھی ضرورتیں پوری کرنے والا یا اولاد دینے والا، رزق دینے والا، پیدا کرنے اور موت دینے والا، علم دینے والا، مدد کرنے والا، نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہیں، اور انہوں نے اللہ کے ہر صفتی نام کا ایک علاحدہ الٰہ بنا رکھا ہے، اور ان کو توحید باری تعالیٰ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

مثلاً اگر مسلمانوں کی طرف سے اذان میں یہ پکارا جاتا کہ رب اکبر، رب اکبر، یا رحمٰن اکبر، رحمٰن اکبر، یا علیم اکبر، علیم اکبر، یا رزاق اکبر، رزاق اکبر پکارا جاتا تو غیر مسلم یہ سمجھتے کہ یہ لوگ ہمارے الٰہ اور معبودوں کو بھی عربی میں نام لیکر مان رہے ہیں اور انہیں دن میں پانچ مرتبہ یاد کرتے اور پکارتے ہیں، یا پھر پوری دنیا میں اذان میں صفتی نام الگ الگ پکارے جاتے تو پوری دنیا میں کسی جگہ ایک صفتی نام، کسی دوسری جگہ دوسرا صفتی نام لیا جاتا تو غیر مسلموں کو مسلمانوں کا اللہ کے ایک ماننے کا عقیدہ سمجھ میں نہیں آتا، وہ سمجھتے کہ مسلمان بھی ان کی طرح الگ الگ معبودوں کو مانتے ہیں اور کئی خداؤں کو پکارتے ہیں۔

پوری دنیا میں مالکِ کائنات کا ذاتی نام اللہ ماننے اور بڑے ہونے کا اعلان کرنے سے اذان کے ذریعہ ان کو دعوتِ دین بھی مل رہی ہے اور یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ساری دنیا میں مسلمان صرف اللہ ہی کو مانتے اور صرف اسی کو بڑا مانتے ہیں، اس کے علاوہ کسی کو بڑا نہیں مانتے، اسی کو سب کچھ سمجھ کر اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اگر نمازوں کی ہر رکعت میں اللہ کے ذاتی نام کے بجائے مسلمانوں کو الگ الگ صفاتی ناموں کو ادا کر کے قیام، رکوع اور سجدہ کی تعلیم ہوتی تو مسلمانوں کی نماز میں ہر شہر و ہر دیہات کی ہر مسجد میں اللہ کے صفتی نام الگ الگ پکارے جاتے، کوئی کسی نام کو پکارنا

چاہتا، کوئی کسی دوسرے صفتی نام کو پکارنا چاہتا، اس سے ایمان والوں میں اختلافات پیدا ہوجاتے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی صفت الہادی کے ذریعہ جوحکمت عطا کی ہے اس سے اذان واقامت اور نماز میں اللہ کے ذاتی نام کو ادا کرنے سے اتحاد واتفاق اور مساوات و یکسانیت پیدا ہوگئی، بار بار خالص توحید کی تعلیم مل رہی ہے، ہر ملک میں ہر شہر میں اذان اور نماز کے ایک ہی کلمات بن گئے، یہ صرف اور صرف اللہ کے ذاتی نام کی برکت ہے، اس سے ایمان والوں میں توحید زندہ رہتی، ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے، ان کا ذہن اللہ ہی کی طرف رہتا، اور ان کو بار بار اذان دینا، نماز ادا کرنا آسان ہوگیا۔

اللہ اکبر کا اعلان کروا کر کیا دعوت دی جارہی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور دانائی سے دن میں پانچ مرتبہ اپنے ذاتی نام کے ساتھ بڑائی و کبریائی انسانوں کو اذان کے ذریعہ اور مسلمانوں کو نماز میں اقرار کے ذریعہ کروارہا ہے، تاکہ انسان زمین پر زندگی گذارتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کو بڑا ماننے' اپنے کو چھوٹا، اس سے اس میں اللہ کی اطاعت و بندگی کا جذبہ زندہ رہے گا، انسان کی یہ فطرت بھی اللہ نے بنائی کہ جب وہ کسی کو بڑا مانتا ہے مثلاً دادا کو، باپ کو، بادشاہ کو، امیر کو سردار کو' تو اس کے حکموں پر چلتا ہے اور اس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

دنیا میں دوسرے مذاہب کے لوگ جو اللہ کو مختلف ناموں سے ماننے کے باوجود اپنے باطل معبودوں کی بڑائی اس طرح بیان ہی نہیں کرسکتے، اس لئے کہ ان کے باطل معبود نے دنیا کی کسی چیز کو نہ بنایا ہے اور نہ پرورش کرتے ہیں، نہ ان کی حکومت کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ہے، نہ وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتے ہیں، نہ وہ ہر چیز کے مالک ہیں، اس لئے وہ ان کی بڑائی کا اعلان بھی نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ چونکہ زمین آسمان اور ان کے درمیان اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا مالک، حاکم، خالق اور رب ہے، وہی اکیلا مالک ہے، اس لئے اسی کا حق ہے کہ وہ اپنی بڑائی و کبریائی اپنے ایمان والے بندوں سے دن بھر کرواتا رہے، اس لئے کہ کائنات کی ہر چیز اسی کی پاکی و بڑائی اور حمد کرنے میں مصروف ہے۔

اللہ کی کبریائی وبڑائی جان کر انسان کو کیا سبق لینا ہوگا؟

جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی وکبریائی کو جان کر اس پر ایمان لاتا ہے تو وہ کبھی تکبر اختیار نہ کرے، اس لئے کہ ''المتکبر'' کی صفت خاص اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس میں کوئی بندہ نہ اس کی نقل کرے نہ اس صفت کو اختیار کرے، اس بڑائی کو سننے کے بعد اللہ کی کسی صفت کا دعویٰ نہ کرے، نہ اپنے آپ کو نہ مخلوقات میں سے کسی کو اللہ جیسی صفات والا سمجھے، نہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے۔

ایمان والے جب زبان سے اللہ اکبر کا اقرار کریں گے اور سمجھیں گے تو زندگی کے تمام شعبوں میں وہ اللہ کی مرضیات کو مقدم رکھیں گے اور سب سے پہلے اللہ کے حکم کو اختیار کریں گے، اگر کوئی اللہ کے حکم کو جاننے کے باوجود اسلامی احکام کے خلاف اپنی یا نفس کی خواہش پر چلے گا تو گویا وہ اللہ کو صرف زبان سے اکبر مان رہا ہے، مگر دل سے بڑا نہیں مان رہا ہے، اس کا یہ عمل شرک کہلائے گا، اس لئے کہ جان بوجھ کر اللہ کے احکام کے خلاف چلا اور نفس اور انسانوں کو خوش کرنے کے لئے نفس کی اطاعت کی۔

جو لوگ اللہ ہی کو بڑا مانتے ہیں مگر اولاد، روزی روٹی، صحت وتندرستی، کامیابی، خوشحالی اور منتیں ومرادیں مخلوقات سے مانگتے ہیں اور رکوع، سجدہ اور طواف غیرُ اللہ کے لئے کرتے ہیں، تعظیم غیر اللہ کی کرتے ہیں، تو گویا وہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زبان کی حد تک اللہ کو بڑا مان رہے ہیں، مگر دل میں مخلوق کی بڑائی بھی رکھتے ہیں، یہ عمل دراصل شرک کہلاتا ہے، اللہ کو بڑا ماننے کے بعد تعظیم بھی اسی کی کریں، عبادت بھی اسی کی کریں، رکوع و سجدہ اسی کو کریں، منتیں مرادیں اور دعائیں اسی سے مانگیں، مدد اسی سے طلب کریں۔

وہ لوگ جو حقیقت میں اللہ کو دل سے بڑا مانتے ہوئے، کبھی بھی اللہ کے احکام کو جانتے ہوئے نافرمانی نہیں کرتے' وہ خالق کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش نہیں کرتے، زندگی کے ہر کام میں اللہ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور اسی کی اطاعت میں کامیابی سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور نمک کی ڈلی کی ضرورت ہو تو بھی اللہ ہی سے

مانگتے ہیں، ان کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ وہ قول اور فعل سے اللہ ہی کو بڑا مان رہے ہیں اور دل سے اللہ کو بڑا مان رہے ہیں۔

مصیبت وپریشانی اور موت کے قریب ہر ایک کو اللہ ہی یاد آتا ہے

غیر مسلم باطل معبودوں کو ماننے کے باوجود جب مصیبت وپریشانی، بیماری وموت، ناکامی وغم، اور خاص طور پر دریا میں ڈوبتے وقت یا ہوائی جہاز میں اڑتے وقت ان تمام حالات میں جب ہر طرف سے ناامیدی ہوجاتی ہے تو سب معبودوں کو بھول کر مالک کائنات کو پکارتے ہیں اور اسی سے التجا کرتے ہیں، فرعون نے بھی ڈوبتے وقت اللہ کو ماننے کا اظہار کیا تھا، مؤمن چاہے کیسے ہی حالات ہوں وہ کبھی اسباب کی طرف سے مدد کا احساس نہیں رکھتا، ہر حال میں مصیبت اور آرام میں اللہ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں گرتے وقت فرشتے کی ذاتی مدد لینے کو تیار نہ ہوئے اور فرمایا کہ **حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل** (میرے لئے اللہ ہی کافی ہے اور بہترین کارساز ہے)۔

مسلمانوں کی کثیر تعداد ایمان کے صحیح نہ ملنے کی وجہ سے نماز میں زبان سے اللہ اکبر کا اقرار کرتے ہیں مگر مدد، رزق، اولاد، موت وحیات، صحت وتندرستی، کامیابی وترقی، عزت ومرتبہ اور منتیں ومرادیں قبروں، علموں، جھنڈوں، مزاروں اور آستانوں سے مانگتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ المدد، یاعلی المدد، یاحسین المدد، یاغوث المدد، یاخواجہ المدد بھی کہتے ہیں، غیر مسلموں کی طرح درگاہوں اور چلّوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔

اللہ کے ذاتی نام کی عجیب وغریب شان ہے

جس طرح اللہ تعالیٰ اکیلا اور تنہا ہے، اس کا ذاتی نام بھی عجیب وغریب شان رکھتا ہے، ذاتی نام کے الفاظ کو علاحدہ علاحدہ کردیا جائے تب بھی وہ اللہ ہی کے معنیٰ کو ظاہر کرتا ہے، اس کے معنیٰ ختم نہیں ہوتے، مثلاً اللہ سے ''الف'' نکال دیا جائے تو لِلّٰہ بن جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''اللہ کے لئے''، اسی طرح ''لام'' کو اگر نکال لیں تو لَہٗ رہ جاتا ہے، اس کے معنیٰ بھی ہیں ''اسی اللہ کے لئے''، اسی طرح اگر دوسرے لام کو بھی نکال دیا جائے تو ''ہٗ''

رہ جاتا ہے، اس کے معنیٰ ہیں ''وہی'' یعنی مراد وہی اللہ ہے، اس کے برعکس دنیا میں اللہ کے لئے دوسری زبانوں میں جو نام لئے جاتے ہیں ان کے حروف کو الگ الگ کردیا جائے تو معنیٰ باقی نہیں رہتے، مثلاً خدا کا ''خ'' نکال دیا جائے تو صرف ''دا'' رہ جاتا ہے، گاڈ کا ''گا'' نکال دیا جائے ''ڈ'' رہ جاتا ہے، پربھو کا ''پ'' یا ''پر'' نکال دیا جائے تو ''بھو'' رہ جاتا ہے جس کے کوئی معنیٰ نہیں ہوتے، نہ وہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

اللہ کے ذاتی نام کا دوسری زبانوں میں ترجمہ نہیں ہوسکتا

دنیا کے کسی ملک کے انسانوں کو مالک کائنات کا ذاتی نام اللہ ہی معلوم ہے تو ان کو اسی نام سے تعارف کروانا پڑے گا، اس لفظ کا دوسری زبانوں میں ترجمہ نہیں ہوسکتا، البتہ انہیں ایمان سے قریب لانے کے لئے وقتی طور پر وہ اللہ کو پربھو، پرماتما، یا گاڈ کہتے ہیں تو سمجھانے کے لئے یہ نام استعمال کرنا پڑے گا، اسی لئے چاہے کسی ملک کا انسان کیوں نہ ہو وہ کوئی بھی زبان جانتا ہوا سے ایمان قبول کرنے کے بعد کلمہ، اذان، نماز اور اذکار میں اللہ کا ذاتی نام اللہ ہی کہنا پڑے گا، فارسی میں لوگ ذاتی نام اللہ کے بجائے لفظ ''خدا'' سے یاد کرتے ہیں، انہیں اپنی گفتگو میں خدا کے بجائے اللہ ہی کہنا چاہئے، البتہ شرکیہ کاموں میں مجبوری کے تحت سمجھانے کے لئے جملے کے لحاظ سے خدا کہہ لیں، مثلاً غیر مسلم دیوی دیوتا کو خدا سمجھتے ہیں۔

اللہ کا لفظ عربی اور قرآنی زبان کا اسم ہے، خاص اسی کے لئے بولا جاتا ہے، اس کی جامعیت اور معنویت کسی نام میں نہیں آسکتی، قرآن انسانوں کو اس کے ذاتی نام اللہ ہی سے یاد کرنے کی تعلیم دیتا ہے، یہ کسی بھی مخلوق کا نام نہیں رکھا جاسکتا، اگر کسی کا نام عبداللہ ہے تو کوئی بھی اس کو عبد کو چھوڑ کر اللہ نہیں کہتا، اس طرح پکارنے کو گناہ اور شرک سمجھتا ہے اور اس کے صفتی ناموں کے ساتھ عبد کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اللہ کا نام ہر زبان کے حروف تہجی کے پہلے حرف سے ہی بنتا ہے

دنیا میں جتنے نام اللہ کو ماننے کے لئے بولے جاتے ہیں جیسے گاڈ، ایشور، پربھو، پرماتما، خدا' یہ سب ہر زبان کے حروف تہجی کے پہلے لفظ سے نہیں لکھے جاتے، جیسے

انگریزی میں ایشور کو حرف E سے، پر بھو کو اردو میں حرف ''پ'' سے، خدا کو فارسی میں حرف ''خ'' سے لکھنا پڑے گا، ہندی اور سنسکرت میں پرماتما کو حرف ''پ'' سے لکھنا پڑے گا، مگر اللہ کے اس ذاتی نام کو دنیا کی ہر زبان کے حروف تہجی کے پہلے حرف ہی سے لکھنا پڑے گا، جس طرح وہ اپنی ذات میں اول ہے اسی طرح اس کا نام بھی اول حرف ہی سے لکھا جائے گا، لفظ اللہ کے نام کی جمع نہیں ہوتی، دوسرے تمام ناموں کی جمع ہوتی ہے۔

آگ اللہ کے نام کو نہیں جلاسکتی

دوزخ میں اگر کوئی ایمان والا چلا جائے تو وہ پیشانی جو حالت نماز میں اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھی دوزخ کی آگ اس کو نہیں جلاسکتی، نبوت کے چھ سال بعد مشرکین مکہ نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور ابوطالب سے بھی میل جول نہ رکھا جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ، اہلیہ حضرت خدیجہؓ، ابوطالب اور بعض مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں ۳ رسال تک رہنا پڑا، مشرکین نے اپنے اس معاہدہ کو کعبۃ اللہ پر لٹکا دیا تھا اور شروع میں اس معاہدہ پر **باسمک اللّٰھم** لکھا تھا، کسی بت کا نام نہیں لکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا ابوطالب کو یہ اطلاع دی کہ چچا جان یہ لوگ جو معاہدہ لکھے تھے اُسے دیمک نے چاٹ لیا اور سارے وہ الفاظ جو ظلم وزیادتی اور تکلیف پہنچانے والے تھے وہ دیمک نے کھالیا' سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے، مشرکین کو اس کی اطلاع ابوطالب نے دی اور کہا کہ میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولتا، ان لوگوں نے جا کر دیکھا تو سوائے اللہ کے نام کے دیمک پورا معاہدہ کھا چکی تھی، یوں تو کافر جان بوجھ کر قرآن کی بے حرمتی میں قرآن جلاتے ہیں، اس کا اثر وہ مرنے کے بعد جہنم میں دیکھیں گے، مرنے سے پہلے دنیا میں بھی اس کی بے حرمتی کا عذاب بھگتیں گے۔

لفظ اللہ کا بنیادی جزو ''الف لام'' ذاتی نام سے الگ نہیں ہوتا!

اگر اللہ کو اس کے ذاتی نام اللہ سے پکارنا ہو تو الف لام اس سے جدا نہیں ہوتا، جیسے یا اللہ! الف لام اس کا بنیادی جزو ہے، مگر صفاتی ناموں کا ذکر کرنا ہوتا ہے جیسے الرحمٰن،

الرحیم، الرزاق اور الخالق کہنا پڑے گا، لیکن اللہ کو اس کے صفاتی نام سے پکارنا ہو یا دعاؤں میں لانا ہو تو الف لام ہٹا کر یارحمٰن، یارحیم، یارزاق، یاخالق لایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعاء مانگے پہلے اس کی تعریف اور بڑائی کے لئے کچھ صفاتی نام لیکر ان ناموں کا واسطہ دے کر دعاء کیجئے اور اخیر میں دعاء پر آمین کہہ کر مہر لگایئے۔

اٹھتے بیٹھتے اسی نام کو یاد کرنے کی تعلیم دی گئی

اس نام کی ایک اور شان یہ ہے کہ انسان کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے وقت اور مسنون اذکار میں اللہ کو یاد کرتا رہے، اس کی حمد وثنا، شکر اور بڑائی کے وقت وعدہ کرنے، کسی چیز کی تعریف کرنے، مصیبت کے وقت' اللہ تعالیٰ کو اس کے خاص خاص کلمات کے ذریعہ یاد کرتا رہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو **سبحان اللّٰہ، الحمد لِلّٰہ ، اللّٰہ اکبر ، انشاء اللّٰہ، ماشاء اللّٰہ، جزاک اللّٰہ، اِنّا لِلّٰہ، اضحک اللّٰہ، اعوذ باللّٰہ، بسم اللّٰہ، لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ، حسبنا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ، حیّاک اللّٰہ** وغیرہ بہت سارے بہترین کلمات اور دعاؤں کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے رہنے کی تعلیم دی، ان تمام کلمات میں مالکِ کائنات کا ذاتی نام اللہ ہی کہنا سکھایا گیا، اور رسولؐ کی رسالت کا اقرار بھی رسول اللہ کہہ کر اللہ کے ذاتی نام سے کیا جانا سکھایا گیا۔

اللہ کا یہ ذاتی نام قرآن مجید میں بائیس سو 2200 مرتبہ سے زیادہ آیا، دوسرا کوئی صفتی نام اتنی مرتبہ نہیں آیا، قرآن مجید میں سورۂ کہف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام ایمان والوں کو وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنے کی تعلیم دی گئی، اور باغ والوں کا واقعہ بیان کرکے ماشاء اللہ کہنے کی تعلیم دی گئی۔

گویا مسلمانوں کو یہ ترغیب دی گئی کہ وہ غیر مسلموں کے سامنے یا آپس میں گفتگو کرتے وقت اللہ کی تعریف و بڑائی اور شکر کے یہ کلمات استعمال کرتے ہوئے گفتگو کریں، مسلمان کی گفتگو اللہ کی تعریف اور بڑائی سے خالی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

ہدایت دی گئی کہ آپ مشرکین مکہ سے بیشک ہمارے ہی بھروسہ پر وعدہ کئے تھے، لیکن انشاء اللہ کہہ کر اظہار کیجئے اور انشاء اللہ کے ساتھ وعدہ کیجئے، نومولود بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں اذان اور اقامت کے ذریعہ اللہ کا ذاتی نام ہی پکارا جاتا ہے، اور مرتے وقت بھی آخری کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر خاتمہ ہو تو جنت کی بشارت دی گئی ہے، جانور ذبح کرتے وقت، عیدگاہ جاتے وقت، قرآن کی تلاوت سے پہلے، میت کو قبر میں اتارتے وقت اور ہر اچھے کام سے پہلے اللہ ہی کا نام لینے کی تعلیم دی گئی، قبر میں پہلا سوال بھی اسی کے بارے میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے انسان مخلوقات سے نڈر بن جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حکمت و دانائی سے انسانوں کو ایمان لانے کے لئے کلمہ طیبہ کو سمجھ کر دل سے یقین کر کے اقرار کرنے کی تعلیم دی ہے، چنانچہ جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو زندگی کے ہر شعبہ میں اسی کلمہ کا سہارا لیکر بڑی سے بڑی مصیبت اور تکلیف کو اللہ تعالیٰ ہی کے بھروسہ پر برداشت اور صبر کرتا ہے اور نا امید نہیں ہوتا، اس کلمہ کے اقرار کے بعد وہ روحانی طور پر ہر مخلوق سے نڈر بن جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کو مضبوط سہارا مانتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) جیسے انسان کو دنیا کے مجازی حکمرانوں، وزیر اعظم، صدر یا بادشاہ سے دوستی اور تعلق ہوتا ہے نسبت ہوتی ہے تو وہ اس ملک میں کسی سے نہیں ڈرتا، ہر ایک سے نڈر ہو جاتا ہے، حکومت کے آفیسر اس سے گھبراتے اور ڈرتے ہیں، اس کی عزت کرتے ہیں، اسی طرح جب انسان مالکِ کائنات کا وفادار بندہ بن کر اس کی عبدیت و بندگی کرتا ہے تو وہ مخلوقات کو بے حیثیت سمجھتا ہے اور نافع وضار نہیں سمجھتا۔

محمود اور ایاز کے واقعہ میں ہمیں یہ مثال ہے، محمود بادشاہ اپنے وزیروں اور خاص لوگوں میں کچھ روپیہ اور سونا چاندی لٹا کر گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا، ایاز جو اس کا غلام تھا، اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا، بادشاہ نے پوچھا وہاں میں نے دولت لٹائی ہے اور تم

دولت لوٹنے کے بجائے میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟ تو ایاز نے کہا: سرکار! وہ صرف چند ٹکوں کو لوٹ رہے ہیں، میں آپ کو اپنا بنانا چاہتا ہوں، آپ میرے ہوگئے تو سلطنت کی ہر چیز میری ہو جائے گی، آپ سلطنت کے اصل مالک ہیں۔

جو انسان اللہ کو چھوڑ کر مخلوقات کے دیوانے بن کر مخلوقات کو خدا کا مقام دیتے ہیں وہ کلمہ کی قوت سے محروم ہوتے ہیں، وہ ہر مخلوق سے ڈرتے ہیں، ان کو نفع ونقصان دینے والا سمجھتے ہیں، وہ کلمہ کی روحانی طاقت سے محروم رہتے ہیں، انسان جتنا زیادہ اللہ سے ڈرتا اور خشیت پیدا کرتا ہے اتنا وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے، اور مخلوقات سے جتنا ڈرا اتنا وہ مخلوق سے دور رہتا ہے، مخلوقات عارضی ہیں، وہ پیدا ہوتیں اور ختم ہو جاتی ہیں، اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کی بادشاہت کو کبھی زوال نہیں، اس کے اقتدار میں کوئی شریک نہیں۔

اس نے اپنی صفات کا علم بندوں کو دے کر یہ تعلیم دی کہ اس جیسی صفات اور کمال والا نہ کوئی تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا، جب ایک انسان ایمان لا کر اس کو بڑا مانتا ہے، کائنات کی کسی بھی مخلوق کو اس کے برابر یا اس جیسا یا اس سے بڑا نہیں مانتا، تو وہ مخلوق سے خوف نہیں کھاتا، جو سب سے بڑا ہے اس سے دوستی اور تعلق پیدا کرنا عقلمندی ہے اور اس کی دوستی سے انسان دنیا میں ہر مخلوق سے نڈر بن جاتا ہے، ایمان ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا اصل سہارا سمجھتا ہے، بعض غیر مسلم بتوں کو الٰہ ماننے کے باوجود مسلمانوں کے ہاتھوں سے جانور ذبح کروا کر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھاتے ہیں، مگر بیوقوف بے شعور مسلمان اللہ کے نام کی عظمت ان پر ظاہر کرنے کے بجائے 50-100 روپئے لیکر جانور ذبح کرتے ہیں۔

بہت سے غیر مسلم مساجد کے پاس آ کر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں لئے ٹھہرے رہتے ہیں تا کہ وہ نمازی لوگوں کی زبان سے کلام الٰہی پڑھوا کر دم کروائیں، وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس جو اللہ کا کلام ہے اس میں دوا کے بغیر خاص اثر ہے۔

بعض غیر مسلم مسجدوں کو اللہ کا گھر مانتے اور بڑا احترام کرتے ہیں اور مسجدوں کے سامنے سے جاتے وقت ہاتھ جوڑ کر گذرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ گھر کائنات کے سب

سے بڑے مالک کا ہے، اللہ کی گھر کی مٹی تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں ڈالتے ہیں۔

وحدۃ الوجودٗ حلول اور اوتار کا اس طرح عقیدہ رکھنا غیر اسلامی اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے

دنیا میں بعض غیر مسلم خاص طور پر اہل ہنود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز میں اللہ کا جلوہ، اللہ کی تجلی (جلوہ کی جھلک) موجود ہے، وہ اللہ اور مخلوق کو الگ الگ نہیں سمجھتے اور اللہ کی ذات کو علاحدہ تصور نہیں کرتے، ان کے نزدیک جو چیزیں نظر آرہی ہیں وہ سب دھوکہ ہےٗ اصل نہیں، اصل تو صرف ہر چیز میں اللہ ہی اللہ ہے۔

اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ ایک لکڑی کو کپڑا لپیٹ کر جلایا جائے اور گول پھرایا جائے تو ظاہر میں لکڑی اور کپڑے کے بجائے آگ کا گول دائرہ نظر آتا ہے، مگر وہ اصل میں دائرہ ہی نہیں ہوتا، اسی طرح جو چیزیں نظر آرہی ہیں ان میں اصل خدا کی ذات موجود ہے، چیز کچھ بھی نہیں، بس ظاہر میں آنکھوں کا دھوکہ ہے۔

اللہ مخلوق سے جدا اور الگ نہیں ہے، یہ تصور وحدۃ الوجود کہلاتا ہے، وہ اللہ کو علاحدہ ذات کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے، وحدۃ الوجود ایک ایسا گمراہ نظریہ ہے جس سے اللہ اور بندہ، خالق اور مخلوق میں فرق ہی باقی نہیں رہتا، ایمان اور کفر کا فرق ہی ختم ہو جاتا ہے، علم اور جہالت میں کوئی فرق ہی باقی نہیں رہتا، موت وحیات میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اس طرح کا عقیدہ کھلا کفر اور شرک ہے، قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

بعض لوگوں کا یہ تصور ہے کہ انسان عبادت وریاضت کرتے کرتے ترقی کر کے اللہ کی ذات میں حلول یعنی مل جاتا ہے، یا پھر خدا خود انسان میں حلول کر جاتا ہے، انسان اور خدا ایک ہی ذات بن جاتے ہیں، اور انسانی شکل اختیار کر کے اوتار کی شکل میں زمین پر آتا ہے۔

اس کو اس مثال سے یوں سمجھاتے ہیں کہ اگر بسکٹ کو دودھ میں رکھا جائے تو بسکٹ دودھ کو جذب کر لیتا ہے یا دودھ بسکٹ کو ضم کر لیتا ہے، اس طرح کا تصور بھی گمراہی، شرک اور کفر ہے، قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

وحدۃ الشہود کا نظریہ بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہے

اس کے برعکس وحدۃ الوجود کے مقابلے وحدۃ الشہود کا نظریہ قائم کیا گیا، یعنی وحدۃ الشہود میں اللہ کی ذات کو تو مستقل علاحدہ تسلیم کیا جاتا ہے، مگر ساری چیزوں کا خالق اللہ ہی کو مانا جاتا ہے، اور کائنات کی ساری مخلوقات کو اللہ کی ذات کا عکس اور سایہ مانا جاتا ہے، یہ بھی غیر اسلامی اور قرآن وحدیث کے خلاف گمراہ عقیدہ ہے۔

اسلام نے کھلے طور پر توحید، کفر اور شرک کی تعلیم صاف صاف دی ہے، خالق اور مخلوق کی حقیقت کو کھلے طور پر سمجھایا ہے، قرآن وحدیث کے مطابق کائنات کی ہر چیز اور ہر ذرّہ ذرّہ اللہ کی پیدا کردہ مخلوق اور غلام ہے، کسی میں نہ اللہ جیسی ادنیٰ صفت ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ومثال ہے، اس لئے کوئی مخلوق بھی اس کا سایہ اور عکس نہیں ہے، البتہ مخلوقات کو اس کی چند صفات کی ہلکی سی نقل کرنے کا اختیار دیا گیا، نقل اصل نہیں ہوتی، پھر انسانوں کی کثیر تعداد تو مالک کی نقل کے بجائے شیطانی اعمال زیادہ اختیار کرتی ہے، کسی بھی چیز کا سایہ اور عکس اصل ذات سے قائم رہتا ہے، اگر اصل ذات میں تبدیلی، تغیر، اونچ نیچ اور عروج وزوال آجائے تو سایہ بھی بدل جاتا ہے۔

غور کیجئے مخلوقات پیدا ہوتیں، بچپن، جوانی بوڑھاپے سے گذر کر موت کے حوالے ہوجاتی ہیں، ان پر بیماری، کمزوری، بھوک، پیاس، شہوت، نفسانی خواہشات کا غلبہ پیدا ہوتا رہتا ہے، درخت، پہاڑ ٹوٹ پھوٹ جاتے، زمین مردہ ہوجاتی، سورج طلوع وغروب کرتا ہے، تو کیا خدا میں بھی ایسی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں؟ کیا وہ پیدا ہوتا ہے اور عروج وزوال سے گذر کر موت کے حوالے ہوجاتا ہے؟ وہ تو ہر عیب، نقص اور زوال سے پاک ہے۔

انسان اگر ترقی کر کے اللہ میں حلول کر جائے تو پھر بیوی کے ساتھ شہوت پوری کیوں کرتا ہے؟ بھوک پیاس کا محتاج کیوں رہتا ہے؟ غذاؤں کا استعمال کیوں کرتا ہے؟ بیوی بچوں والا کیوں بنتا ہے؟ بول وبراز کی گندگی پیٹ میں لئے کیوں پھرتا ہے؟ بیمار کیوں ہوتا ہے؟ آنکھ، کان اور ناک میں میل، جسم پر میل رکھ کر غسل کی حاجت کیوں رکھتا ہے؟

محتاج ومجبور کیوں رہتا ہے؟ اگر خدا میں حلول کر لے تو دعا کس سے مانگتا ہے، عبادت کس کی کرتا ہے؟ کیا وہ خود اپنی عبادت کر لیتا ہے؟ یہ سب غیر اسلامی گمراہ انسانوں کو ایمان سے محروم کرنے والے تصورات ہیں۔

پیغمبر باوجود اللہ کے خاص بندے ہونے کے کھانا کھاتے، پانی پیتے، سوتے، بیمار ہوتے، بازار جاتے، تجارت کرتے، کام کاج کرتے، لوگوں کی مار کھاتے اور برداشت کرتے، انسانوں نے ان کا قتل بھی کیا، بیوی بچوں والے ہوتے، خاندان اور رشتے داریاں والے ہوتے، کبھی انہوں نے اللہ میں حلول ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، ہمیشہ اللہ کے محتاج رہے، اللہ ہی سے دعائیں مانگتے، اللہ ہی کی عبادت کرتے، خطا ہو جائے تو اللہ ہی سے معافی طلب کرتے تھے۔

کائنات کی کسی چیز، کسی پتے اور کسی ذرّہ میں بھی اللہ کی تجلی اور ذات نہیں ہے، اور اللہ مخلوقات میں حلول کیا ہوا نہیں ہے، کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہلکی سی تجلی ڈالی تو کوہِ طور لرز گیا اور جل گیا، کائنات کی تمام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے کام، اللہ کی صفات کی شکل میں نظر آتی ہیں، ہر چیز اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کر کے انسانوں کو یہ سبق دیتی ہے کہ ان میں جو کچھ کمال اور خوبی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے، وہ جب چاہے ان کے کمال اور خوبی کو ختم کر سکتا ہے، کوئی چیز بھی اللہ کی مثل اور مثال نہیں ہے، اور نہ اللہ ان میں حلول کیا ہوا ہے، اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کر سکتی ہے، اللہ میں اور مخلوقات میں کوئی مماثلت ہی نہیں، بسکٹ اور دودھ کی مثال بالکل گمراہ کُن اور غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بھی گناہ اور برائی کروانے والی نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات، صفاتِ حسنہ یعنی مخلوقات کو فائدہ پہنچانے والی ہی ہیں، کسی صفت سے گناہ اور بُرائی نہیں کروائی جاتی، البتہ انسان جب حد سے زیادہ سرکش ہو جائے تو یہ بھی انصاف ہے کہ اس کی سرکشی کا اُسے بدلہ دیا جائے، جب انسان جان بوجھ کر برائی کو برائی جان کر اس پر جما رہتا ہے اور گناہ کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے اور ضمیر کی مخالفت کے

باوجود حق کا انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سے رحمت کے فرشتوں کو ہٹا لیتے ہیں، اور اس کو برائی کا اختیار دے دیتے ہیں، جیسے شیطان کو بھٹکانے کی اجازت دی، جیسے ہی رحمت کے فرشتے انسان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں، شیطان اس انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور برائی و گناہ کے کام سکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بغاوت کی دعوت دیتا ہے، انسان ایسی صورت میں نفس امّارہ کا غلبہ پا کر اعمالِ صالحہ کی جگہ اعمالِ رذیلہ خود اپنی پسند اور چاہت سے کرتا ہے، اور اللہ کی اطاعت و بندگی کے مقابلے شیطانی اعمال کا شکار ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ کی کوئی صفت انسانوں کو گناہ اور برائی سکھانے والی نہیں ہے، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ تو گناہوں اور برائی کو بار بار معاف کر کے عفو و درگذر کرتا رہتا ہے، سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے، سزا اور عذاب روکے رکھتا ہے، اور اپنی دنیا کی نعمتیں برابر دیتا رہتا ہے، اس نے انسانوں کو دنیا کے آخری وقت تک آخرت میں کامیاب ہونے کی مہلت دے رکھی ہے۔

کائنات کی چیزوں میں اللہ کی صفات پر غور وفکر نہ کرنا حیوانیت ہے

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں انسان اور جنات کے ساتھ جانوروں کو بھی پیدا فرمایا، اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عقل وفہم انسانوں کو عطا فرمایا، تمام مخلوقات میں انسان میں یہ صلاحیت دی کہ وہ کائنات کی مخلوقات میں غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل کرے، انسان اور جانوروں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جانور، درخت اور پتّوں کو دیکھتا ہے اور اُسے کھانے یا نہ کھانے کی حد تک ہی سمجھتا ہے، پانی کو صرف پانی کی حیثیت سے دیکھتا ہے، پھلوں کو پھلوں کی حیثیت سے ہی دیکھتا ہے، پہاڑوں کو پہاڑوں کی حیثیت سے دیکھتا ہے، مگر ان میں غور وفکر نہیں کر سکتا، یہ دیکھنا جانوروں کا دیکھنا ہے، اگر انسان بھی اعلیٰ عقل وفہم رکھ کر مخلوقات کو اسی حد تک دیکھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی پہچان اور قدرت کو نہ جانے تو اس کا یہ دیکھنا جانوروں کی طرح ہوگا، اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔

انسان کو شرک سے بچ کر توحید حاصل کرنے کے لئے کائنات کی چیزوں میں اللہ

تعالیٰ کی قدرت کی کاریگری اور کمالات کو ڈھونڈنا ہوگا، اس کو آنکھ، کان، دل اور دماغ اسی لئے بھی دئے گئے ہیں، اگر وہ آنکھیں بند رکھ کر، کان بند رکھ کر زندگی گذارے تو یہ اندھوں اور بہروں کی زندگی ہوگی، اس میں اور پتھروں یا مُردوں میں فرق باقی نہیں رہے گا۔

اس کو کائنات میں اللہ کی نشانیاں دیکھنا اور ان سے اللہ کی قدرت کو پہچاننا ہوگا، اس نے اپنی نشانیوں کو سمجھانے کے لئے اپنی صفات کو مخلوقات میں ظاہر فرمایا، انسان کی بے حسی کا عالم یہ ہے کہ وہ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کو بار بار تعجب سے دیکھتا ہے، لیکن اللہ کی بنائی ہوئی مخلوقات میں غور وفکر نہیں کرتا، کائنات کی تمام مخلوقات اپنے خالق و مالک کا تعارف اور پہچان کرواتی ہیں، اور سمجھاتی ہیں کہ تمام چیزوں کے بنانے، پرورش کرنے، حکومت کرنے، قدرت رکھنے، جیسا چاہے استعمال کرنے کا مکمل اختیار سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو انسانوں اور جنات کا غیر شعوری اور بے شعوری والا ایمان نہیں چاہئے، بلکہ سمجھ بوجھ والا ایمان چاہئے، اسی لئے اس نے کائنات کی مخلوقات میں اور انسانوں اور جانداروں کے اعمال میں اپنی صفات رکھی ہے، تاکہ انسان غیر شعوری کو شعوری میں بدلے اور صفات میں غور وفکر کے ذریعہ اپنے مالک کو پہچانے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تفکر، تدبر اور غور وفکر اور بصیرت کی قوت اسی لئے دی ہے۔

وحی کے ذریعہ حضرت داؤد علیہ السلام کو کہا گیا: اے داؤد! علم نافع حاصل کرو! حضرت داؤدؑ نے عرض کیا: یا اللہ! علم نافع کونسا علم ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: علم نافع وہ علم ہے جس سے تمہیں میرے جلال، میری عظمت، میری بڑائی اور ہر شئی پر میری قدرت اور کمال کا پتہ چلے، کیونکہ ایسا علم ہی تمہیں میرے قریب کرسکتا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

کلمۂ شہادت کیا ہے؟ دراصل جان کر پہچان کر گواہی دینا ہے، اور اللہ کے ایک و اکیلا ہونے کی شہادت دینا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی شہادت دے کر زبان سے اقرار اور دل سے قبول کرنا ہے، یہ شہادت انسان کو وحی الٰہی کی

روشنی میں دل و دماغ کے ذریعہ غور وفکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جو انسان اللہ کی پہچان ہی نہیں رکھتا اس کے ایمان میں کوئی جان نہیں ہوتی اور وہ کلمہ پڑھ کر اقرار کر کے بھی اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ اس کا خوف رکھتا ہے، مردہ کی طرح ہوتا، صحیح معنیٰ میں اللہ کی تعظیم واطاعت نہیں کرتا۔

جب اللہ دنیا میں نظر نہیں آتا تو بغیر دیکھے شہادت کیسے دیں؟

ایک انسان کو ایمان لانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کے مطابق اللہ کے نظر نہ آنے پر یقین کے ساتھ اللہ کے ہونے کی گواہی دینا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کی عدالت میں آنکھوں سے دیکھ کر یا مختلف چیزوں کے ثبوت پر گواہی دی جاتی ہے تو پھر مومن اللہ کے ہونے کی گواہی کس چیز پر دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا، صفات کے اعتبار سے اُسے پہچاننا آسان ہے، کائنات کی چیزوں میں اس کی صفات کو جان کر سمجھ کر ہم اس کے ہونے کی گواہی اور شہادت دیتے ہیں، اس لئے کہ اس جیسی صفات اور کمالات کسی میں نہیں، مثلاً بغیر ستون کے آسمانوں کو ہمارے سروں پر قائم کیا، بغیر نر و مادہ کے ترکاریوں اور پھلوں میں کیڑے پیدا کرتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے اور حضرت حوّا کو ان کی پسلی سے بغیر ماں کے پیدا کیا، بیج میں' ماں کے پیٹ میں' انڈوں میں' آسمانوں میں' خلاؤں میں' زمین کے اوپر' غرض ہر جگہ کی مخلوق کی وہ اکیلا پرورش کرتا ہے، کسی کو ماں کے ذریعہ' کسی کو ماں باپ کے ذریعہ اور کسی کو بغیر ماں باپ کے پال رہا ہے، گندگی اور بول و براز میں بغیر ماں باپ کے کیڑے پیدا کرتا ہے، وہ ایسا خالق ہے جو پانی پر' آگ پر اور نور پر تصویر بناتا ہے، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ نکالتا ہے، یہی وہ ساری باتیں ہیں کہ ایک انسان اس کی گواہی دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان سے کس قسم کی پاکی حاصل ہوتی ہے؟

ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے سب سے پہلے کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا ہے، کلمہ طیبہ کو طیب یعنی پاک کرنے والا کلمہ کیوں کہا گیا؟ انسان جب تک دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس پر ایمان نہیں لاتا اس وقت تک وہ پاک نہیں ہوسکتا' گندہ رہتا ہے، اسی پاکی کو حاصل کرنے کے لئے کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہے۔

پاکی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک اندرونی دلوں کی پاکی، دوسری بیرونی جسم اور کپڑوں کی پاکی، بیرونی پاکی جسم کی گندگی کو پانی سے دھو کر حاصل کی جاسکتی ہے، مگر اندرونی پاکی حاصل کرنے کے لئے دلوں کی گندگی یعنی دلوں کی بیماریوں شرک' کفر' منافقت' حسد' بغض وعداوت' کینہ' تعصب اور ریاکاری وغیرہ سے پاک ہونے کے لئے کلمہ طیبہ کا دل کی گہرائی کے ساتھ اقرار اور زبان سے اظہار کرنا ہوگا، اور کلمہ طیبہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے جسم کو اللہ کا مطیع وفرمانبردار بنانا ہوگا، تب ہی انسان روحانی طور پر پاک ہوکر پاکیزہ زندگی گذار سکتا ہے، ورنہ بظاہر اچھے عمدہ اور صاف ستھرے کپڑے، شاندار مکان اور دُکان اور بیرونی صفائی وستھرائی کے باوجود انسان شرک' کفر اور نفاق میں مبتلا رہے تو وہ اندرونی پاکی سے محروم رہتا ہے اور اس کا دل شیطان کا گھر بنا رہتا ہے اور وہ گندے اعمال اور اخلاقِ رذیلہ میں زندگی گذارتا ہے۔

کلمہ طیبہ کا دل سے اقرار کرنے کے بعد انسان کو سب سے بڑا یہ اعزاز نصیب ہوتا ہے کہ وہ پوری کائنات میں جس طرح فرشتے اللہ کی جماعت والے ہوتے ہیں یہ بھی حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت والا بن جاتا ہے، ورنہ کلمہ طیبہ کا انکار کرکے اللہ کے نافرمان اور باغی بندوں کی طرح حزب الشیطان یعنی شیطان کی جماعت والا بنا رہتا ہے۔

اللہ کی جماعت میں شامل ہوجانے کے بعد وہ کلمہ طیبہ کے حقوق پاکیزہ اور روحانیت سے بھرپور اعمال صالحہ کو وحی الٰہی کی روشنی میں اختیار کرتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے'' سے مراد کیا ہے؟

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ۔اللہ آسمانوں اورزمین کا نور ہے۔(سورۂ نور:۳۵)

بعض لوگ گمراہ ہوکر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نور کی طرح ایک نور ہے، اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح مادہ مٹیریل کا نہیں ہے،اورنہ وہ نور کی طرح ہے،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں جب تشریف لے گئے تو سدرۃ المنتہیٰ کے بعد اتنا قریب ہوئے کہ اللہ اورآپ کے درمیان جونوری پردے وحجاب تھے وہ کم ہوگئے،اس کیفیت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔

یادرکھئے امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے کہ اس آیت میں نور کی مثال اللہ کی ذات کے لئے نہیں ہے، بلکہ ایمان کی حقیقت کے لئے ہے،نور لامحالہ کوئی مادّی شئے ہے یا کوئی عارضی کیفیت ہے، جیسے ہم کہتے ہیں کہ مدینۃ الرسول تو اس میں مدینہ الگ ہے اوررسول الگ،اللہ تعالیٰ نے خودقرآن مجید کے سورۂ نور میں اللہ پرایمان کو دل میں روشن چراغ سے تشبیہ دی ہے،نور سے مراد ذات باری تعالیٰ نہیں،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی ذات کے بارے میں بحث اور کھود کرید سے انسان شرک اور فتنہ میں مبتلا ہوجائے گا،اس لئے نوربھی ایک مخلوق ہے،اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی کو نورعطافرمایا اور اس میں تبدیلی آکراندھیرا چھاجاتا ہے، ہیرے جواہرات اوربجلی سے' بلب، لائٹ میں سے نور' روشنی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے،فرشتوں کو نور ہی سے پیدا کیا،ان کو انسانی شکل اختیار کرنے کی صلاحیت دی، گویا نور میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے،فرشتے خودنور کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، ان میں کوئی ذاتی قدرت نہیں ہے،اس نے خود فرشتوں کوایک ایسی نورانی مخلوق بنایا کہ وہ گندگیوں سے دور پاکیزہ رہ کرایک طرف اللہ تعالیٰ سے وحی حاصل کرکے جذب کرتے ہیں انسان سے تعلق پیدا کرکے انہیں پہنچاتے ہیں،یاکائنات کے انتظامات کرتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کی روشنی ہے'' سے مراداسی سے کائنات کی تمام چیزوں کی حقیقت انسان کو سمجھ میں آسکتی ہے،جس طرح بجلی غائب ہوجانے کے بعداندھیرا ہی

اندھیرا چھا جاتا ہے، انسان ایک دوسرے کو تک نہیں دیکھ سکتا، بجلی آتے ہی کمرہ روشن ہو کر تمام چیزوں کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی نے بنایا اندھیرا اور روشنی کو۔'' سورۂ نور میں ایمان کی مثال کو سمجھایا کہ ایمان کی روشنی ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ ہو، جس سے روشنی پھیلتی اور حقیقت میں سمجھ آتی ہے، اسی طرح شرک وکفر ایک اندھیرا ہے، ایمان کا نور آتے ہی شرک وکفر کا اندھیرا ختم ہو کر ہر چیز کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے لئے بھی نور کا لفظ فرمایا ہے اور سورۂ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن چراغ فرمایا۔

اس لئے یہاں نور سے مراد اللہ کی ذات کا نور نہیں بلکہ انسان اس پر ایمان لائے بغیر اپنے دلوں کے اندھیروں کو دور نہیں کر سکتا، اس پر ایمان لانے سے وحی کا نور اور رسالت کے نور دونوں مل کر انسان کو معرفتِ الٰہی کا علم دیتے ہیں اور اس کے دل میں اللہ پر ایمان کا نور منور کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایمان کے نور سے اپنی زندگی کو سدھار سکتا ہے اور کائنات میں مخلوقات کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حشر کے میدان میں پل صراط پر سے گذرنے کے لئے ہر انسان کو اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اور اس کے ایمان کے مطابق نور ملے گا، منافقوں کو ایمان کا نور نہیں ملے گا، ان کے اور ایمان کے درمیان بہت فاصلہ کر دیا جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز پلصراط پر لوگوں کو جو نور ملے گا تو کسی کا نور اتنا زیادہ ہوگا جیسے وہ مدینہ میں ہو تو اس کی روشنی ملک یمن کے دارالحکومت صنعاء تک ہوگی، اور کسی کا نور بس اس قدر ہوگا کہ اس کے قدموں کے سامنے تک ہی روشنی ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ کم نور والوں کی روشنی گویا ٹارچ کی روشنی کی طرح مدھم سی ہوگی، جس کو لیکر انسان گڑھوں جھاڑیوں اور پتھروں کے درمیان سے ٹھوکریں کھاتا ہوا زخمی ہوتا ہوا گذرے گا۔

کیا اللہ کو بغیر دیکھے اس کی تصویر بنائی جاسکتی ہے؟

اس کو بغیر دیکھے ذہن وگمان سے اس کی تصویر یا مجسمہ اور بت بنانا گمراہی اور شرک ہے، اگر کوئی روح اور ہوا اور عقل یا بجلی کو اصلی حالت میں نہ دیکھ کر کسی درخت کی تصویر اتار کر کہے کہ یہ روح کی تصویر ہے یا کسی جانور کی تصویر اُتار کر کہے کہ یہ عقل کی تصویر ہے، یا کسی موٹر کی تصویر اتار کر کہے کہ یہ ہوا کی تصویر ہے، تو وہ گمراہی کی اور غلط بات ہوگی، اسی طرح اللہ کو جب ہم نے نہیں دیکھا اور اس کی ذات کو سمجھ ہی نہیں سکتے، تو اس کی کوئی تصویر کیسے بنا سکتے ہیں، اس لئے فرمایا گیا: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کہ کوئی چیز اس کی مثل ومثال ہی نہیں، وہ ذات میں کیسا ہے؟ کسی نے اُسے نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں اس کی ذات میں غور کرنے سے منع فرمایا، ذات میں غور کرنے سے مخلوقات کی شکل بنتی ہے، شرک ہوجاتا ہے، اس کی صفات کو سمجھنے سے شکل وصورت دل میں بھی نہیں بنا سکتے۔

نماز میں ایاك نعبد و ایاك نستعین پڑھ کر بھی مخلوق کی عبادت، اس سے دعاء مانگنا، کیا یہ اعمال ایمان کی علامت ہیں؟

نماز میں سورۂ فاتحہ کی آیت ایاك نعبد و ایاك نستعین کے ذریعہ یہ اقرار کرنا کہ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں''، پھر اللہ کے علاوہ مخلوق سے رجوع ہوکر ان سے دعائیں مانگنا اور ان کو سجدہ ورکوع کرنا، منت ومرادیں مانگنا وغیرہ، یہ صحیح ایمان نہیں کہلاتا، بلکہ یہ ایمان کے ساتھ شرک ہوگا، اس لئے اس سے توبہ کرنا ہوگا، جس طرح ایک جسم میں سر، ہاتھ، پیر، دل اور دماغ مختلف اعضاء ہوتے ہیں، ان کو کاٹ کر الگ الگ کردینے سے جسم باقی نہیں رہتا، اسی طرح دعاء، سجدہ، رکوع، طواف، منت، قیام سب عبادت کے حصے ہیں، ان کو مخلوقات کے لئے کرنے سے عبادت باقی نہیں رہتی، شرک ہوجائے گا، جس کے پاس خالص ایمان نہ ہو اس کی عبادات واطاعات قبول نہیں ہوتیں، یہود ونصاریٰ اسی قسم کے شرک میں مبتلا ہیں۔

جب کائنات کی ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح نہیں ہے، اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، پیدائش اور موت تو مخلوقات کے لئے ہیں، اگر اللہ کو کسی نے پیدا کیا ہوتا تو پھر وہ خدا نہیں رہتا، پیدا ہونے والی چیز مخلوق ہوتی ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ سے خود ہی سے زندہ ہے اور آئندہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کی مخلوقات کی طرح عمر نہیں، وہ پیدائش اور موت سے پاک ہے۔

شیطان' انسانوں کے ذہن میں اسی طرح کی فاسد اور گمراہ کرنے والی باتیں اور وسوسے ڈالتا ہے، ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب یہ بات دل میں پیدا ہو تو کہو میں بغیر دلیل کے اللہ کو مانتا اور اس پر ایمان لاتا ہوں' جو سچائی ہے اس کو ماننے کے لئے کوئی دلیل نہیں چاہئے۔

اللہ دنیا میں انسان کو نظر آتا تو کیا ہوتا؟

اگر اللہ تعالیٰ دنیا کی اس زندگی میں نظر آتا تو پھر امتحان کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور نہ ان سب اسباب کی ضرورت ہوتی، ہر کوئی اسی کی عبادت واطاعت کرتا اسی کو اپنا مالک و پروردگار اور حاکم مانتا، وہ نظر آتا تو سب لوگ اسی سے رجوع ہو کر اپنی تمام حاجات اور ضرورتیں اسی سے مانگتے، کوئی بھی شرک نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کا انکار کرتا، حشر کے میدان میں مشرک بھی اپنے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کر کے انکار کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ہی کو پکاریں گے۔

امتحان کی خاطر وہ نظر نہ آ کر غیب میں رہ کر بغیر دیکھے اس کو ماننے کی شرط رکھی اور انسان کی ضرورتوں کو وہ خود ظاہر ہو کر پوری کرنے کا طریقہ نہیں رکھا، بلکہ اسباب سے ضرورتوں کو پورا کرنے کا طریقہ رکھ کر انسانوں کا امتحان لے رہا ہے کہ آیا انسان مخلوقات اسباب (Source) کے بیچ رہ کر اسباب ہی کو اصل سمجھتے ہیں یا اللہ کو اپنا مالک وآقا مان کر اسی کو اصل سمجھتے ہیں، اس لئے وہ امتحان کی خاطر نظر نہیں آتا، مگر جب انسانوں کو اس کی پہچان نہیں ہوتی تو انسان مخلوقات کو خدا جیسا سمجھتا اور گمراہ ہو جاتا ہے۔

کیا کسی انسان کو خدا کا بیٹا یا بیوی کہا جا سکتا ہے؟

بیوی اور اولاد کی ضرورت تو مخلوقات کو ہوتی ہے، اس لئے کہ ان کی عمریں محدود اور مختصر ہوتی ہیں اور وہ موت کے حوالے ہو کر دنیا سے غائب ہو جاتے ہیں، اگر اولاد نہ ہو تو ان کی نسل ہی ختم ہو جاتی ہے۔

ہم کسی بھی انسان کو انسان سے پیدا ہونے کے بعد انسانی صفات والا دیکھتے اور مانتے ہیں، شروع دنیا سے آج تک سارے انسان جو دنیا میں پیدا ہوئے انسانی صفات ہی کے ساتھ پیدا ہوئے، کوئی بھی انسان کی اولاد کو دیکھ کر یہ نہیں کہتا کہ یہ انسان تو ضرور ہے مگر مور، طوطا، بکری اور گھوڑے کا بچہ ہے، کوئی انسان بھی انسان ہو کر جانوروں یا پرندوں کی صفات نہیں رکھتا، انسان کا بچہ ہو کر انسان ہی کی صفات رکھتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ اگر انسان انسان کے پیٹ میں پیدا ہو تو وہ خدا کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا کا بیٹا بیٹی کہلانے کے لئے اس میں خدائی صفات کا ہونا ضروری ہے، خدا کا بیٹا انسانی صفات والا کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ خدا تو تمام مخلوقات جیسی صفات اور حاجتوں سے پاک ہے۔

اس میں کسی قسم کا عیب و نقص اور محتاجی نہیں، انسان جب ماں کے پیٹ سے حمل کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے، غذاء کھاتا ہے، سانس لیتا ہے، سوتا ہے، بول و براز کرتا ہے، بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتا ہے، تو وہ خدا کا بیٹا کیسے کہلا سکتا ہے؟ پھر انسان کے جنس کی عورت خدا کی بیوی کیسے بن سکتی ہے، کیا انسان کسی چڑیا، مینا یا گائے بیل بکری کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے یا کہہ سکتا ہے، اس لئے کہ اللہ کو بیٹا، بیٹی اور بیوی کی ضرورت ہی نہیں، وہ انسانی جنس نہیں ہے، ایمان والے سبحان اللہ کے ذریعہ اللہ کو ہر قسم کے عیبوں، کمزوریوں اور محتاجیوں سے پاک مانتے ہیں، اس کے لئے اہل وعیال کا ماننا اس میں عیب ماننا ہے۔

ہم کیسے سمجھیں کہ اللہ احد اور واحد ہے؟

اگر انسان کسی کو بھی اللہ کا بیٹا مان لے تو پھر اللہ ایک اور اکیلا نہیں رہ سکتا، اس لئے

کہ اس کا بیٹا بھی خدا جیسا ہو جائے گا، جیسے انسان کا بچہ انسان، جانور کا بچہ جانور، دنیا کی تمام مخلوقات نہ واحد ہے اور نہ احد، اس لئے کہ ہر مخلوق مختلف چیزوں کا مجموعہ ہے، پھر ہر جنس کے ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں افراد ہیں، ہر جنس میں ان کی اپنی جنس کی صفات بھی مشترک ہیں، مثلاً زید ایک انسان ہے اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے وہ دنیا میں اکیلا ہے، مگر جنس کے اعتبار سے نہ وہ ایک ہے اور نہ اکیلا ہے، اس لئے کہ اس کی طرح کروڑہا انسان آج تک دنیا میں پیدا ہوئے، موجود ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، وہ ذات میں انسان ہونے کے باوجود اکیلا نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ہڈی، خون، گوشت، چمڑا، دل، دماغ، گردے، معدہ، آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور پیروں کا مجموعہ اور مرکب ہے، تقریباً سبھی انسان اس کی طرح دنیا میں موجود ہیں، اور وہ صفات میں بھی اکیلا نہیں، وہ تمام انسانوں کی طرح روتا، ہنستا، سوتا، کھاتا پیتا، بول و براز کرتا اور بیمار ہوتا ہے، مگر اللہ جیسا ذات اور صفات میں نہ آج تک کوئی تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا، اس لئے اللہ تعالیٰ ذات و صفات میں احد اور واحد ہے، لیس کمثلہٖ شیئ۔

جس طرح صفر سے پہلے کچھ نہیں، اسی طرح اللہ سے پہلے کچھ نہیں، وہی اول ہے، جس طرح شمع کا کوئی ایک رخ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا بھی کوئی ایک رخ نہیں، اسی تصور کے ساتھ ایمان والے نماز کے لئے پوری دنیا میں اور کعبۃ اللہ میں گول اطراف ٹھہرتے ہیں، کعبۃ اللہ، ایمان والوں کے لئے نماز کا اور اللہ سے رجوع ہونے کا مرکزی مقام ہے، کوئی مسلمان کعبۃ اللہ کو نہ خدا سمجھتا ہے اور نہ کعبہ کی عبادت کرتا ہے، کعبہ ایک پتھر کا بنا ہوا بے جان کمرہ ہے، جو مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور ایمان والوں کو مرکزی حیثیت سے جوڑے رکھنے کا مقام ہے۔

دنیا میں انسان کتنے گروپ میں تقسیم ہو گئے؟

دنیا میں انسان تین گروپ میں تقسیم ہو گئے، ایک اللہ کے نظر نہ آنے پر اللہ کا انکار کر کے اللہ کو نہیں مانتے، وہ کافر کہلاتے ہیں۔

☆ دوسرا گروپ جو باپ دادا کی اندھی تقلید میں اللہ کو پہچانے بغیر اپنے وہم وگمان سے اللہ کو مانتے اور اللہ کے ساتھ مخلوقات کو بھی شریک کرتے ہیں، شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، وہ مشرک کہلاتے ہیں، ان میں ☪ ن کا زبانی دعویٰ کرنے والے اور اللہ کی پہچان نہ رکھنے والے کثیر مسلمان اور یہود ونصاریٰ بھی شامل ہیں، جو صرف باپ دادا کی اندھی تقلید میں اللہ کو مانتے ہیں مگر توحید اور شرک کے فرق کو ہی نہیں جانتے اور نہ سمجھتے ہیں، جان بوجھ کر شرکیہ عقائد واعمال اور بدعات وخرافات میں گرفتار رہتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ٥ (یوسف:۱۰۶) اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ کو مانتے ہیں مگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ جیسا خالص ایمان اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں اور شرکیہ عقائد واعمال اور بدعات وخرافات سے محفوظ رہتے ہیں، خالص توحید پر زندگی گذارتے ہیں، ان کی تعداد بہت کم ہے۔

کسی نے کہا کہ اللہ کیسا ہے تصویر بنا کر بتاؤ

تم دنیا میں ہوا کو دیکھتے ہو، بجلی کو ہر روز اپنے گھروں میں دیکھتے ہو، روح ہر انسان کے اندر موجود ہے، اسی طرح ہر انسان کے اندر عقل موجود ہے، خوشبو اور بدبو یا درد کو محسوس کرتے ہو، ہمیں بخار آتا ہے، ★تم ہوا، بجلی، روح، عقل، خوشبو، بدبو اور بخار کی تصویر بنا کر بتلاؤ، جب تم ان تمام چیزوں کے نہ دکھائی دینے کے باوجود مانتے ہو اور تصویر بھی نہیں بنا سکتے تو اللہ کے نظر نہ آنے پر اس کو ماننے کے لئے تصویر بنانے کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو جبکہ ہم اس کی تصویر بھی نہیں بنا سکتے، کسی نے بھی اس کو اپنی سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے، ▫اس کی تصویر بنائی جا سکتی ہے، جو چیز نظر نہیں آتی اس کی تصویر بنانے سے گمراہی ظاہر ہوگی۔

☆☆☆☆☆